

# خطبات مسعودی

(مسعودیت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تقریریں)

مرتبہ  
ابوالبلا محمد علی عبداللہ سومر و مسعودی

۶۷۲، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی (سندھ)  
اسلامی جمہوریہ پاکستان

ادارۃ مسعودیہ



# خطبات مسعودی

(مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تقریریں)

مرتبہ

ابوالبلال محمد علی عبداللہ سومر و مسعودی

ادراہ مسعودیہ کراچی

۵۶/۲-ای، ناظم آباد، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام \_\_\_\_\_ خطبات مسعودی  
 خطابات \_\_\_\_\_ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد  
 مرتب \_\_\_\_\_ محمد علی سومرو مسعودی  
 سن اشاعت \_\_\_\_\_ ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء  
 حروف سازی \_\_\_\_\_ سید شعیب افتخار مسعودی  
 ناشر \_\_\_\_\_ ادارہ مسعودیہ، کراچی  
 تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
 ہدیہ \_\_\_\_\_

ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارہ مسعودیہ ۲۶/۵، ناظم آباد، کراچی۔ فون نمبر ۷۷۱۴۷۴-۷۷۱۴۷۴-۰۲۱
- ۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، ضیاء منزل (شوگن مینشن) ایم اے جناح روڈ، کراچی
- ۳۔ مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، محلہ فرقان آباد، کراچی
- ۴۔ فرید بک اسٹال، ۳۸۔ اردو بازار لاہور۔ فون ۷۲۲۳۸۱۹-۷۲۲۳۸۱۹-۰۲۲

## انتساب

احقر اس کاوش کو والدہ محترمہ عائشہ کے نام منسوب کرتا ہے کہ جن کی دُعاؤں نے بڑا سہارا دیا۔ مولائے کریم اپنے محبوبوں سے ہمیشہ وابستہ رکھے اور مرشد کریم حضرت قبلہ مسعود ملت کے روحانی و علمی فیض سے مستفیض فرماتا رہے۔ آمین

احقر

محمد علی عبداللہ سومر و مسعودی

# فہرست

## محفل میلاد شریف

نمبر شمار	منعقدہ	صفحات
۱.....	۲ ربيع الاول ۱۴۲۴ھ / ۴ مئی ۲۰۰۳ء	۱۵
۲.....	۱۶ ربيع الثاني ۱۴۲۵ھ / ۵ جون ۲۰۰۴ء	۲۴
۳.....	۲ ربيع الاول ۱۴۲۶ھ / ۱۱ اپریل ۲۰۰۵ء	۴۲
۴.....	۱۹ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ / ۱۶ جون ۲۰۰۶ء	۵۳
۵.....	۸ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ / ۳ جون ۲۰۰۷ء	۶۹

بمقام:- ۳۶۶/۱۷۲۸، جونا گڑھ محلہ، سومزو ہال،

نزد جامع مسجد محمدی، بلدیہ ٹاؤن، کراچی

# جھلکیاں

## خطبات مسعودی

(۱)

جانِ نعمت ﷺ۔۔۔۔۔ ذکر رسول ﷺ۔۔۔۔۔ پیمانِ رسول ﷺ۔۔۔۔۔  
انبیاء الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے میں ذکرِ رسول کیا۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
کی بشارت۔۔۔۔۔ قرآن میں ذکرِ محفلِ میلاد۔۔۔۔۔ ذکرِ میلادِ سنتِ الہی۔۔۔۔۔  
زمین کی گواہی۔۔۔۔۔ درود شریف کی گونج۔۔۔۔۔ انسان پر فرشتے محافظ  
ہیں۔۔۔۔۔ ذکر و پہچانِ رسول ﷺ۔۔۔۔۔ نعمتِ الہی۔۔۔۔۔ وجود  
انسانی۔۔۔۔۔ وجودِ زمین و آسمان۔۔۔۔۔ انسانی وجود میں توحید و رسالت کا  
عکس۔۔۔۔۔ احسانِ باری تعالیٰ

(۲)

بچوں کی معیت۔۔۔۔۔ بچوں کی پہچان۔۔۔۔۔ محبوبیت و اطاعت۔۔۔۔۔  
تورِ مصطفیٰ ﷺ۔۔۔۔۔ اللہ کا نور۔۔۔۔۔ نور کی عظمت۔۔۔۔۔ درود شریف کی  
شان۔۔۔۔۔ رفعِ ذکر۔۔۔۔۔ قُرب کا راستہ پیرویِ رسول میں۔۔۔۔۔ خلقِ  
عظیم۔۔۔۔۔ اخلاقِ عالیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج۔۔۔۔۔ صبر، عفو و  
درگذر۔۔۔۔۔ جاہلوں سے دور رہنے کی تلقین۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر، عفو و  
درگذر۔۔۔۔۔ فتحِ مبین۔۔۔۔۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ مردِ افسر ہیں  
عورتوں پر۔۔۔۔۔ نیکی نیکی ہے، بدی بدی ہے۔۔۔۔۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز۔۔۔۔۔  
اتباعِ رسول۔۔۔۔۔ آدابِ نعتِ خوانی

(۳)

رضائے الہی و عمل صالح۔۔۔۔۔ محبوبیت و رضائے الہی۔۔۔۔۔ احسان باری  
تعالیٰ۔۔۔۔۔ میثاق النبیین۔۔۔۔۔ ذکر میلاد۔۔۔۔۔ قرآن میں اولیاء، صلحاء، نیک  
بندوں اور سگ اصحاب کہف کا ذکر۔۔۔۔۔ اللہ کی نافرمانی۔۔۔۔۔ بے ادبی و  
گستاخیاں۔۔۔۔۔ محب و محبوب

(۴)

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ نور محمدی و رحمت مصطفیٰ۔۔۔۔۔ حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم کا صبر، عفو و درگزر۔۔۔۔۔ قرآن میں محبت کا درس۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی اطاعت و محبت الہی۔۔۔۔۔ تعظیم و توقیر۔۔۔۔۔ پیروی و تعمیل رسول۔۔۔۔۔  
صراط مستقیم۔۔۔۔۔ اخلاص عمل

(۵)

توجہ الہی۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مطمئنہ۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف  
ثانی کی عزیمت۔۔۔۔۔ حضرت شاہ محمد مظہر اللہ کی توجہ الہی۔۔۔۔۔ اللہ رگ جان سے  
قریب۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رگ جان سے قریب۔۔۔۔۔ احسان باری  
تعالیٰ۔۔۔۔۔ انسانی وجود۔۔۔۔۔ علم اور انسان۔۔۔۔۔ یوم شاہ عبداللطیف۔۔۔۔۔ یوم  
آزادی کا منانا۔۔۔۔۔ یاد الہی۔۔۔۔۔ ذکر اور یاد رسول ﷺ۔۔۔۔۔ معرفت  
رسول۔۔۔۔۔ خوشیاں منانے کا ذکر۔۔۔۔۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر۔۔۔۔۔  
حضرت ایوب علیہ السلام کا قلب مطمئنہ۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور  
حضرت یعقوب علیہم السلام کے اذکار۔۔۔۔۔ قربانی حضرت اسماعیل علیہ  
السلام۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توجہ الہی اور قلب مطمئنہ۔۔۔۔۔ حضرت  
اسماعیل علیہ السلام یاد۔۔۔۔۔ جان نعمت۔۔۔۔۔ احسان باری تعالیٰ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَعْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## ابتدایہ

الحمد للہ! ماہر رضویات، سعادت لوح و قلم، نبہانی العصر، مسعود ملت، مجرد ملت، حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کی پرکشش شخصیت سے کون واقف نہیں بلکہ یوں کہیے کہ اس وقت آپ کی روحانی و نورانی شخصیت کا ذکر تقریباً ہر ملک میں عام ہو رہا ہے، اللہ پاک آپ کے علمی، قلمی و دینی چرچے کو اسی طرح عام فرمائے اور اسی طرح آپ کے درجات کو بھی بلند سے بلند فرمائے۔ آمین

حضرت مسعود ملت جن کی علمی، قلمی و دینی خدمات پر نظر ڈالی جائے تو اس وقت آپ کا کوئی ثانی نہیں، ہاں۔

عظمت دین بنی شوکت سلف  
ہے وسیع اور گراں مایہ جہان مسعود  
(بدر)

آپ کا جو تحریری سلسلہ ہے وہ بہت وسیع نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ اب تک بے شمار مضامین، مقالات، تقدمات، کتابیں اور رسالے تحریر فرما چکے ہیں۔۔۔۔۔ الحمد للہ! آپ کی تحریریں اس قدر عاشقانہ، عارفانہ، ادیبانہ اور عالمانہ ہوتی ہیں کہ ہر کوئی متاثر ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ اللہ اللہ! ایک ایک سطر۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے میں جذبہ ایمان و جذبہ عشق جو جھلکتا نظر آتا ہے اور پڑھنے والا

خود ان کیفیتوں سے فیض پارہا ہے۔

الحمد للہ! یہ کشش و اثر آپ کی تحریروں میں ہے، یہ بات ایسے ہی نہیں کہہ دی جو مطالعہ کرتے ہیں وہ بخوبی واقف ہیں۔



اب جہاں تحریر میں یہ کشش کا عالم ہے وہاں آپ کے بیان و خطاب میں بھی ہے، یوں کہیے کہ آپ کے انداز خطاب سے مجلس میں ایک کیف و سرور کا سماں بندھا رہتا ہے، ہر ایک سننے والا اس کیفیت سے فیضیاب ہو رہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جو مجلس میں حاضر ہوتا ہے یقیناً وہ آپ کے پُرکشش خطاب سے مستفیض ہو چکا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ماشاء اللہ! آپ کا انداز بیان سب سے جدا ہے، کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے خوب فرمایا:۔

”ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا انداز بیان نہایت دل آویز اور ان کی زبان بڑی شگفتہ ہے، آج کا قاری اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے۔“ (۱۹۷۳ء، کراچی)

اللہ اللہ!

علم کے موتی لٹاتے ہیں سدا مہجور آپ  
صاحب لطف و عنایت حضرت مسعود ہیں  
(مہجور)

الحمد للہ! آپ کی پُرکشش شخصیت اور آپ کی ایمانی و روحانی گفتگو سے عام شخص تو کیا اہل علم بھی متاثر ہیں۔۔۔۔۔ ویسے جو کامل ہوتے ہیں ان کی باتیں بھی کامل ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر بات اثر رکھتی ہے۔۔۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت

مسعود ملت بھی انہی میں ایک ہیں۔۔۔۔۔ ماشاء اللہ! حضرت مسعود ملت ان خوبیوں کے مالک ہیں جن کی نصیحتیں اثر بھی کرتی ہیں اور متاثر بھی کرتی ہیں بلکہ ان کی ہر گفتگو میں تاثیر ہی تاثیر ہے۔۔۔۔۔ بے شمار ایسے لوگ ہیں جو آپ کی کامل صحبت میں رہ کر اور روح پرور خطاب سُن سُن کر بن بھی رہے ہیں اور سنور بھی رہے ہیں۔

ہاں ۔

آپ کی تلقین ہے اک جاوہ منزل نشاں  
آپ کی تبلیغ اک دفترِ حُسنِ بیاں  
(کاوش)

ماشاء اللہ! آپ کے اندازِ تبلیغ میں سُنّتِ نبوی کا جلوہ ہے اور یہ خوبی ہے آپ کی روحانی شخصیت و اندازِ بیان کی کہ انسان دین کی طرف راغب ہوتا ہے، آپ کا حُسنِ بیان واقعی محبت و عقیدت کی طرف لے جاتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت قبلہ کے اندازِ بیان کی کیا بات کریں کہ اس میں نکھار ہی نکھار ہے۔۔۔۔۔ عشق و محبت کا جلوہ ہی جلوہ ہے۔۔۔۔۔ مفتی اعظم ڈاکٹر حضرت علامہ محمد مکرم احمد مدظلہ العالی نے آپ کی پرکشش شخصیت اور آدابِ مجلس کے متعلق ایک جگہ فرمایا کہ!

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی جن کی زندگی کا گوشہ گوشہ ملتِ اسلامیہ کے لئے انمول نادر و نایاب نعمت کا درجہ رکھتا ہے، سارے عالم میں قبلہ پروفیسر صاحب کا علمی و روحانی فیض کسی نہ کسی انداز میں پھیلا ہے اور پھیل رہا ہے، آج کے اس دنیا پرستی اور نفس پروری کے دور میں پروفیسر صاحب کی شخصیت بہت سی حیثیتوں سے قابلِ تقلید ہے، یہ کہنا

بجا ہے کہ اللہ نے انھیں حکمت سے نوازا ہے جو وہ علوم قرآن اور علوم حدیث پر عبور رکھتے ہیں، زہد و تقویٰ میں بے مثال ہیں، اتباع سنت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مالا مال ہیں۔

آپ کی مجالس میں ظرافت اور علینیت کا مناسب امتزاج ہوتا ہے، مریدین آداب مجلس سیکھنے میں پریشان نہیں ہوتے بلکہ بغیر کسی مشکل کے آداب مجلس سے آشنا اور اس کے خوگر ہو جاتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کا عمل حضرت قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر ہے، آپ عمومی مجالس میں لمبی لمبی تقاریر کو پسند نہیں فرماتے تھے، یہی پروفیسر صاحب کا طریقہ ہے کہ آپ کی محفل اتباع شریعت کی آئینہ دار ہوتی ہے، مجلس میں لایعنی باتوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، غیبت اور الزام تراشیوں سے آپ کی محفل خالی ہوتی ہے، مجلس میں خشکی نہیں ہوتی بلکہ اتباع سنت میں ظرافت اور شائستگی کا امتزاج ہوتا ہے، کم اور کام کی بات پہ آپ کا دھیان ہوتا ہے اسی صحبت کا اثر ہے کہ آپ کے صحبت یافتہ مریدین اور محبین بھی اس پر عمل کرتے ہیں اور گناہ سے بچے رہتے ہیں۔ (تذکار مسعود ملت، مطبوعہ لاہور)

ہم نے آداب مجلس کے یہ نظارے دیکھے ہیں بلکہ دیکھ بھی رہے ہیں، آپ کے ہاں جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں محفلیں کیا ہوتی ہیں سراپائے روحانیت۔۔۔۔۔ شورغل کا نام و نشان نہیں۔۔۔۔۔ محفل میں خاموشی و سناٹا چھایا رہتا ہے، جو حاضر ہوتے ہیں وہ اس سے واقف ہیں کہ جو ان محفلوں کا رنگ ہے وہ عام محفلوں سے

جدا ہے، الحمد للہ! ان پاک مجلس کی برکات سے سب حاضرین مستفیض ہو رہے  
ہوتے ہیں، ماشاء اللہ، سبحان اللہ!

حاضرین کو دیکھا ہے کہ حضرت کے خطاب اور علمائے کرام کی تقاریر کو بڑے  
غور و فکر سے سنتے ہیں، حضرت کی معرفت سے پُر گفتگو ہر ایک شخص کو متاثر کر رہی ہوتی  
ہے، اللہ و رسول کا ذکر کس قدر عشق و محبت سے کرتے ہیں کہ سُننے والا متاثر ہوئے بغیر  
رہتا نہیں، ماشاء اللہ! حضرت کے رُوح پرور خطاب سے مجلس میں عشق و محبت کا سماں  
بکھرا رہتا ہے، سُننے والا جس سے انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ جیسے میں واقعی عشق کی  
منزلیں طے کر رہا ہوں، الحمد للہ! یہ خوبی آپ کے ایمان افروز خطاب میں ہے، اگر  
انسان آج کے اس مشکل دور میں آپ کے ایمان افروز اور عاشقانہ خطابات پر عمل  
کر لے تو اس میں شک نہیں کہ صراطِ مستقیم پر آجائے۔

حضرت مسعود ملت عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے رنگے ہوئے ہیں کہ  
جس طرح ہمارے اکابر رنگے ہوئے تھے اور انہیں کے نقش پا پر آپ رواں دواں ہیں  
بلکہ اکابر اہلسنت ہی کے نقش قدم چل کر ہزاروں کو اسی رنگ میں رنگ رہے ہیں اور  
بے شمار لوگوں کو اپنے حُسن اخلاق و حُسن سلوک سے اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا  
گرویدہ بنا رہے ہیں اور ساتھ اپنا بھی، ماشاء اللہ، سبحان اللہ!

حضرت کی پُرکشش شخصیت اس نفس پروری کے دور میں واقعی قابلِ تقلید ہے۔  
جن کے نقش قدم پر چل کر ہم صحیح معنوں میں صراطِ مستقیم کو پاسکتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ  
حضرت کس قدر سنت کی کامل اتباع کرتے ہیں، آپ اکثر اس کی تلقین فرماتے،  
ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

”سنت میں ہی قوت ہے۔۔۔ سنت میں ہی عظمت ہے۔۔۔ سنت میں ہی عزت ہے۔۔۔ سنت میں ہی طاقت ہے“ دوران خطاب یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ:-  
 ”اللہ کا قرب جو حاصل ہوگا وہ اتباع سنت سے“

آپ کے ایمان افروز و عشق سے پُر خطاب لوگوں کے دلوں میں ایمان و عشق کا جذبہ بیدار کر رہا ہوتا ہے الحمد للہ! آپ کے ہاں جو آتا ہے وہ ایمان، محبت اور عشق کی دولت سے مالا مال ہو کر جاتا ہے گویا وہ انسان اپنا خالی دل لے کر آتا ہے جب اس پاک مجلس سے اٹھ کر واپس لوٹتا ہے تو اپنے دل میں یہ عظیم خزانہ لے کر جاتا ہے، یہ حقیقت ہے افسانہ نہیں، جو حاضر ہوتا ہے ان کیفیات سے واقف ہے، آپ کے ارشادات و ملفوظات زندگی بنانے والے ہیں، ہم کو اس سے فیض حاصل کرنا چاہیے۔

اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے راقم کے دل نے چاہا کہ ان ایمان افروز خطابات کو کتابی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، ماشاء اللہ! حضرت کی روحانی و نورانی تربیت نے بڑا سہارا دیا اور دعائیں تو ہر لمحہ ساتھ ساتھ ہیں، اللہ پاک آپ کی محبت کو دل میں آباد رکھے اور ہم کو آپ کا فداکار و گرویدہ بنائے۔ آمین  
 اللہ پاک نے آپ کو بڑی عزت اور بڑی حکمتوں و صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس بے فتن دور میں آپ کی شخصیت ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، ہم کو آپ کے ارشادات اور آپ کی ایمان افروز کتابوں سے ضرور فائدہ حاصل کرنا چاہیے، سندھ کے فاضل جلیل حضرت مولانا محمد مہاشم جان مجددی سرہندی علیہ الرحمہ کی ایک بات یاد آئی جو قابل غور ہے آپ فرماتے ہیں:-

”براہر عزیز جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید حبہ کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے بڑی علمی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان کی

نظر بڑی وسیع ہے اور ان کا قلم صفحہ قرطاس پر وہ پھول بکھیرتا ہے کہ صفحہ گلستان نظر آتا ہے۔

می دم گل ہر کجا پائے نگاریں می نمی  
جادہ چوں از سیر باز آئی چمن خواہد شدن

(۱۹۷۵ء، کراچی)

آپ کے علمی، قلمی و دینی کارناموں کے متعلق بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن یہاں چند ایک صفحات میں گنجائش کہاں؟۔۔۔



پیش نظر کتاب ”خطبات مسعودی“ حضرت قبلہ مسعود ملت کے ان خطابات کا ایک مجموعہ ہے جو راقم کے ہاں محفل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر فرمائے۔۔۔ حضرت مسعود ملت کے خطابات کو ریکارڈ کیا گیا ایک یادگار کے طور پر، لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ ان خطابات کو مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔۔۔ کچھ ہی ماہ پہلیراقم کی یہ خواہش ہوئی کہ ان خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کر لیا جائے، تاکہ ان روح پرور خطابات سے زیادہ سے زیادہ لوگ فیض حاصل کر سکیں۔۔۔ اس کے علاوہ ایک خطاب بعنوان ”جان نعمت“ مرتبہ مکرم جناب صوفی عبدالستار ظاہر زید مجدہ کی اشاعت نے اور بھی میرے شوق و جذبے کو آگے بڑھایا۔۔۔ اسی جذبے اور نیت سے کام شروع کر دیا گیا اور خطابات کی تدوین و ترتیب کے دوران راقم کو جو کیف و سرور میسر ہوا جس کا کوئی اندازہ نہیں۔

ان خطابات کو کاغذ پر منتقل کرتے وقت بہت روحانیت حاصل ہوئی بلکہ دل و دماغ باغ باغ ہو گیا۔۔۔ الحمد للہ! دل جذبہ ایمانی اور محبت سے پُر ہی ہو گیا، کیا عرض کروں دل میں اللہ و رسول کی محبت ہی اُجاگر ہوئی، حضرت مسعود ملت کے خطابات نے بڑا متاثر کیا، ماشاء اللہ! ان خطابات نے علمی و دینی شوق کو اور بھی بڑھایا۔۔۔۔ امید ہے آپ بھی دوران مطالعہ اسی طرح کی کیفیات محسوس کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ پاک آپ کے روحانی فیض کو اسی طرح جاری و ساری فرمائے اور ہم کو آپ کے نقشِ پا چلاتا رکھے، آمین۔

یہ کتاب ”خطبات مسعودی“ جو تقاریر کا مجموعہ ہے امید ہے آپ اس سے بھر پور استفادہ فرمائیں گے اور اس ناچیز کو اپنی دعاؤں سے نوازیں گے۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو اللہ و رسول ﷺ سے بے پناہ محبت عطا فرمائے اور محبوبوں اور پیاروں کے نقشِ قدم ہمیشہ چلائے رکھے۔۔۔ مولائے کریم راقم کی اس خدمت کو قبول فرما کر طباعت اور اشاعت کے مراحل کو پورا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ و صحابہ وسلم

۶ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

احقر محمد علی سومر و مسعودی

۲۲ جون، ۲۰۰۷ء



(۱)

الحمد لله السميع المجيب و الصلوة حبيبه الشفيق  
النجيب و على اله واصحابه مع الحبيب اللبيب

اما بعد

فاعوذ بالله من الشطين الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (۶۹/۱۶۱/۷۱)

صدق الله مولينا العظيم

اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے، سب سے بڑی نعمت بلکہ جان  
نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اور قرآن کریم میں اس عہد کا ذکر فرمایا جو اللہ  
تبارک و تعالیٰ نے انبیاء الصلوٰۃ والسلام سے لیا۔۔۔۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے آجائیں تو پھر کسی کا اختیار نہیں۔۔۔۔ پھر  
اسی صاحب اختیار کا اختیار ہوگا!

”لَتُؤْمِنَنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“ (۸۱/آل عمران/۳)

(تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا)

تمہیں ضرور ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا  
ہوگی۔۔۔۔ یعنی ہر نبی کو اپنی امت کے ساتھ ایمان لانا ہوگا۔۔۔۔ پھر ہر نبی کو اپنی

امت کے ساتھ فداکاری اور جان نثاری کا حق ادا کرنا ہوگا۔۔۔۔۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے خطاب فرمایا، انبیاء الصلوٰۃ والسلام کی ارواح سے۔۔۔۔۔ ذکر پاک کی یہ پہلی مجلس ہے جس میں سننے والے انبیاء علیہم السلام اور خطاب کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ جس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا۔۔۔۔۔ اگر کوئی ثبوت مانگتا ہے تو اسے قرآن پاک سے ثبوت دیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ عقل بھی یہ کہتی ہے اور قرآن پاک بھی کہتا ہے کہ جب ہر نبی سے عہد لیا تو یقیناً ہر نبی نے اس عہد کا ذکر اپنی امت سے کیا ہوگا اور کم سے کم ایک محفل تو سجائی ہوگی۔۔۔۔۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔۔۔۔۔ یوں سمجھئے کہ حضور انور ﷺ کی بعثت سے پہلے کم سے کم ایک لاکھ چوبیس ہزار محفلیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی سجائی ہوں گی۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں آخری محفل کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آواری سے تقریباً پانچ سو برس پہلے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجائی۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں اس کی تفصیل ہے۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے اور اس لیے دعوت دی ہے تاکہ میں تم کو ایک خوش خبری سناؤں اور وہ یہ کہ میرے بعد ایک نبی آنے والا ہے جس کا نام احمد ہے۔۔۔۔۔

”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ

أَحْمَدُ“ (٦٢/القصف، ٦١)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس محفل کا ذکر ہے قرآن کریم میں۔۔۔۔۔ اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہر نبی نے ایک محفل کی ہوگی اور ہر نبی نے یہ پیغام لوگوں تک پہنچایا ہوگا، پھر احادیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل و کمالات کا خود ذکر فرمایا تو ذکر پاک کی محفل سجانا اللہ کی بھی سنت ہے، حضور اکرم کی بھی

سنت ہے، انبیاء علیہم والسلام کی بھی سنت ہے اور صحابہ کرام کی بھی سنت ہے۔۔۔۔ پھر اور کون سی دلیل چاہیے؟۔۔۔۔ جو سوال کرے اسے جواب دیا جاسکتا ہے، اسی لیے میں نے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سجانا بڑی سعادت کی بات ہے۔۔۔۔ یہ زمین جس پر ہم بیٹھے ہیں قیامت کے دن یہ بھی گواہی دے گی کہ اس زمین پر تیرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا تھا، قرآن کریم میں فرمایا:۔

”يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا لَبِئْسَ أَنْ رَّبِّكَ أَوْحَى

لَهَا“ (۵۰۴/زلزال/۹۹)

(اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا)

قیامت کے دن وہ چیزیں بولیں گی جو اب نہیں بولتیں۔۔۔۔ زمین بولے گی۔۔۔۔ ہاتھ بولیں گے۔۔۔۔ پیر بھی بولیں گے۔۔۔۔ یہ کھال بھی بولے گی۔۔۔۔ سب بول رہے ہیں زبان بند ہے۔۔۔۔ سب شہادت دے رہے ہیں۔۔۔۔ انسان حیران پریشان ہے۔۔۔۔ تو جس زمین پر ذکر پاک ہو گا وہ بھی بولے گی۔۔۔۔

”کہ تیرے چاہنے والے تیرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے“

زمین یہ بھی عرض کرے گی کہ تیرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا، کس نے کیا؟۔۔۔۔ اور کون سن رہا تھا؟۔۔۔۔ اور کون بول رہا تھا؟۔۔۔۔ پوری تفصیل زمین بیان کرے گی۔۔۔۔ کون محفل کو چھوڑ کر چلا گیا؟ اُس کا نام بھی بتائے گی۔

اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ہم محتاج ہیں۔۔۔۔ اللہ بے نیاز ہے۔۔۔۔ اللہ کا حبیب بھی ہم بے نیاز ہے۔۔۔۔ اُن کی تعریف و توصیف کے لیے رب کریم کافی ہے۔

ہمارے سامنے فرشتے۔۔۔۔ ہمارے پیچھے فرشتے۔۔۔۔ ہمارے دائیں  
 فرشتے۔۔۔۔ ہمارے بائیں فرشتے۔۔۔۔ ہم دُرود و سلام اور ذکر پاک کی محفلوں  
 کے لیے کتنی ہی بحث کرتے رہیں مگر ہمارے چاروں طرف فرشتے تو دُرود بھیج رہے  
 ہیں۔

”إِنَّ اللَّهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ (۲۳۱/۵۶/اب/۲۳۱)

(بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اس  
 (غیب) بتانے والے نبی پر)

دُرود و سلام اور ذکر پاک کے بارے میں ہماری ساری باتیں فرشتے لکھ رہے ہیں!

”مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ“ (۵۰/۱۸/ق/۵۰)

(کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک  
 محافظ تیار نہ بیٹھا ہو)

فرمایا جو زبان سے بات نکالتا ہے فوراً نوٹ کر لی جاتی ہے، جو اختلاف کرتا  
 ہے رب کریم کے سامنے ضرور شمار ہوگا۔۔۔۔ ہم کھڑے ہیں تو فرشتے بھی  
 کھڑے ہیں۔۔۔۔ وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔۔۔۔ بیٹھے ہیں تو وہ بھی ہمارے  
 ساتھ۔۔۔۔ جس حالت میں ہم ہیں وہ ہمارے ساتھ ہیں۔۔۔۔ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر دُرود پڑھ رہے ہیں۔۔۔۔ یہ تو دُرود فرشتے ہیں اور کئی فرشتے ہیں، حدیث  
 شریف میں آیا ہے کہ دس سے چالیس محافظ فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہیں جس کا  
 ذکر قرآن کریم میں ہے:-

”لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ يَّمِينِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ  
 اللَّهِ“ (۱۳/۱۱/رعد/۱۳)

( آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ  
 بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں )

انسان کے لیے پہرے دار ہیں۔۔۔۔۔ ”من بین یدیه و من خلفه“۔۔۔۔۔  
 اُس کے آگے اور اُس کے پیچھے۔۔۔۔۔ ”بِحفظونه من امر اللہ“ اللہ کے حکم سے  
 اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم یہاں پہرے دار لیے پھرتے ہیں علماء و صوفیاء  
 سب پہریداروں کے جھرمٹ میں نظر آتے ہیں۔۔۔۔۔ اللہ نے پہلے ہی پہرے دار  
 لگا دیئے۔۔۔۔۔ جب اُن کا پہرا نہیں رہے گا کوئی پہرے دار حفاظت نہیں  
 کر سکتا۔۔۔۔۔ اللہ نے پہرے دار لگا رکھے ہیں۔۔۔۔۔ کیا یہ پہرے دار فرشتے درود  
 نہیں پڑھتے؟۔۔۔۔۔ یہ سب درود پڑھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ ان اللہ و ملکته یصلون  
 علی النبی۔۔۔۔۔ جو چالیس فرشتے درود پڑھ رہے ہیں وہ آواز ہم نہیں سن  
 رہے۔۔۔۔۔ اگر ہم ان کی آواز سننے لگیں تو یہ کیسی عجیب بات ہوگی کہ۔۔۔۔۔ ”بیچ کا  
 آدمی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ میں تو درود سلام نہیں پڑھوں گا“ اور چاروں طرف  
 درود شریف پڑھا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ ہم پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن فرشتے پڑھ رہے  
 ہیں۔۔۔۔۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے۔۔۔۔۔ جو انسان انکار کرتا ہے اُس کو شرم  
 آنی چاہیے، یہ بات میں صرف قرآن کریم سے کہہ رہا ہوں اپنی عقل سے نہیں کہہ  
 رہا۔۔۔۔۔

قرآن کریم ہم دیکھتے نہیں۔۔۔۔۔ قرآن کریم ہم دیکھیں تو ساری باتوں کا  
 جواب قرآن کریم میں مل جائے۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل ذکر کا حال بھی  
 قرآن کریم میں مل جائے گا۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر  
 ایسا عام ہوا کہ سب جاننے پہچاننے لگے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے اور عقل بھی یہ کہتی ہے کہ  
 جب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء الصلوٰۃ والسلام نے محفلیں سجائیں تو حضور کا ذکر تو عام

ہو جانا چاہیے۔۔۔۔۔ اگر عام نہ ہوتا تو لوگ اعتراض کرتے کہ جب اتنا ذکر کیا گیا تو عام کیوں نہ ہوا؟ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔

”يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ“ (۱۳۶/بقرہ/۲)

(وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے)

یعنی جو اہل کتاب ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔۔۔۔۔ جب ذکر ہوتا ہے جب ہی جانا جاتا ہے۔۔۔۔۔ جب کسی چیز کا ذکر ہوگا جب ہی ہم جائیں گے۔۔۔۔۔ ۱۳ اگست کو یوم آزادی ہم مناتے ہیں، اس لیے سب جانتے ہیں کہ ہم ۱۳ اگست کو آزاد ہوئے، یاد کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہم ہر سال آزاد ہوں، جب ہی منائیں، اللہ تعالیٰ یادگار دنوں کے منانے کا حکم دیتا ہے!

”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيِّمِ اللَّهِ“ (۱۵/ابراہیم/۱۳)

(اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ)

ہم اس لیے آزادی مناتے ہیں تاکہ اللہ کے انعام کو یاد کریں۔۔۔۔۔ وہ انعام جب ہم یاد کریں گے تو یاد رہے گا اور شکر کی توفیق ملے گی، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:-

”فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ“ (۶۹/اعراف/۷)

(اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو)

یہ اللہ نے انعام تم پر کیا ہے۔۔۔۔۔ اُس کی نعمتوں کو تم یاد کیا کرو۔۔۔۔۔ مشیت الہی یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کریں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اُن نعمتوں کا

ذکر کیا قرآن کریم میں اور اس لیے ذکر کیا تا کہ وہ نعمتیں یاد کی جائیں۔۔۔۔۔ کتنی چیزیں ہیں ہمارے بدن میں جو اللہ کا انعام ہیں، اللہ نے اُن کا ذکر فرمایا:-

”الْم نَجْعَلُ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ“ (۹۸/بلد/۹۰)

(کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور ہونٹ)

ہم نے تم کو دو آنکھیں نہیں دیں۔۔۔۔۔ تم کو زبان نہیں دی۔۔۔۔۔ تم کو ہونٹ نہیں دیئے۔۔۔۔۔ ہونٹ کی کیا اوقات ہے، آپ دیکھتے تو سہی اگر یہ نہ ہوں تو کوئی چیز پی نہیں سکتے۔۔۔۔۔ زبان نہ ہو تو بات نہیں کر سکتے، زبان کی کیا اوقات ہے۔۔۔۔۔ انسان اپنے وجود کو دیکھے تو مسکین نہیں ہے وہ تو بہت امیر ہے۔۔۔۔۔

ایک فقیر نے کہا کہ میں تو مسکین ہوں۔۔۔۔۔ ایک صاحب نے اس سے کہا اپنا ہاتھ دے دو، ایک لاکھ مجھ سے لے لو۔۔۔۔۔ فقیر نے دینے سے انکار کیا۔۔۔۔۔ پھر ان صاحب نے کہا کہ آنکھیں دے دو، دس لاکھ لے لو۔۔۔۔۔ فقیر نے دینے سے پھر انکار کیا۔۔۔۔۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے بندے لاکھوں کے تو تم یہاں کھڑے ہو پھر مسکین کیسے ہوئے؟۔۔۔۔۔ تو انسان اپنے وجود کو۔۔۔۔۔ اور اپنے ارد گرد دیکھتا نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:-

”وَالِی السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ“ (۱۸/غاشیہ/۸۸)

(اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا)

کراچی میں تو آسمان دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا، دیہات میں آپ جائیں بڑا لطف آتا ہے آسمان کو دیکھ کر۔۔۔۔۔ کیا خوب فرمایا ہے:-

”وَالِی السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ“

تم دیکھتے نہیں کہ آسمان کو کیسا بلند کیا اور ہم نے کیسا حسین و جمیل بنایا۔

”وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ“ (۵/ملک/۶۷)

(اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا)

ہم نے کیسا چراغوں سے اُس کو سجایا۔۔۔۔۔ کبھی دیکھا تو کرو۔۔۔۔۔ نہیں دیکھتے۔۔۔۔۔ ہم تو اسی کے خلاف ہیں کہ اللہ کی نعمت کا ذکر ہی نہ کرنا چاہیے، کیسی عجیب بات ہے۔۔۔۔۔ حالاں کہ کوئی کسی پر انعام کرتا ہے ہم ذکر کرتے رہتے ہیں کہ یہ اُس نے دیا، اُس نے دیا۔۔۔۔۔ ہم گاتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم ذکر کرتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر اللہ انعام دے اس کو بیان کیوں نہ کریں؟۔۔۔۔۔ وہ فرما رہا ہے کہ آسمان دیکھو ہم نے کیسا بنایا۔۔۔۔۔ یہ پہاڑ دیکھو۔۔۔۔۔ اس کی بھی فرصت نہیں ہے۔۔۔۔۔ کم سے کم زمین دیکھنے کی تو فرصت ہے:-

وَالْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (۲۰/غاشیہ/۸۸)

(اور زمین کو (دیکھو) کیسے بچھائی گئی)

یہ تو دیکھو کہ ہم نے یہ زمین کیسی بچھادی تمہارے لیے۔۔۔۔۔ یہ نعمتیں اسی لیے ہیں کہ ان نعمتوں کا ذکر کرو کہ اللہ نے کیسا کرم فرمایا۔۔۔۔۔ ہمارے وجود کے باہر اور ہمارے وجود کے اندر، میں عرض کروں، وجود کے اندر کی بات آگئی۔۔۔۔۔ اسی صدی میں وجود کے اندر کا عکس لیا گیا۔۔۔۔۔ انسان کے اندر کیا ہے، معلوم یہ ہوا کہ انسان کے زخروں میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ لکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اور انسان کے زخروں کا جو عکس لیا گیا تو بالکل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نظر آتا ہے اور انسان کے داہنے پھیپھڑے پر ”محمد رسول اللہ“۔۔۔۔۔ اب کہاں انکار کرے گا۔۔۔۔۔ کہاں جائے گا، مہر تو لگی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں پڑھا تھا، اُس وقت



بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔۔۔ فرمایا جو کلام نکلتا ہے، وہ ”ہو“ سے نکلتا ہے۔۔۔۔۔  
یا اسم ذات اللہ سے۔۔۔۔۔ یہ کیا بات فرمائی کہ ”ہو“ سے نکلتا ہے، اب معلوم ہوا کہ  
جب ہم بات کرتے ہیں تو ہمارا سانس کلمہ طیبہ سے گزر کر نکلتا ہے۔۔۔۔۔ اندر اللہ کی  
مہر لگی ہوئی ہے، انسان بچ کر کہاں جائے گا، کتنا انکار کرے گا اور ہاں آگے پیچھے  
فرشتے بھی ہیں اور اندر مہر بھی لگی ہوئی ہے یہ سب کچھ کیا ہے۔۔۔۔۔ پھر اللہ اور اللہ  
کی نعمتوں سے انکار کیسی بد نصیبی ہے۔۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک اور عظیم احسان  
کا ذکر فرمایا قرآن کریم میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو  
سب، جدا جدا تھے۔۔۔۔۔ جس طرح اب جدا جدا ہونے لگے۔۔۔۔۔ گھروں میں  
آپ دیکھیں، جدا جدا۔۔۔۔۔ گلیوں میں دیکھیں، جدا جدا۔۔۔۔۔ شہروں میں، جدا  
جدا۔۔۔۔۔ ملکوں میں، جدا جدا۔۔۔۔۔ اللہ نے فرمایا:-

وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالْف

بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَا صَبَّحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (۱۰۳/آل عمران/۳)

(اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جیسا تم میں بیر تھا اس نے  
تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس  
میں بھائی بھائی ہو گئے)

تو ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں اور ان کا شکر ادا  
کریں اور سب سے بڑی نعمت کو کبھی نہ بھولیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی  
محفلیں سجاتے رہیں۔۔۔۔۔ مولیٰ تعالیٰ برادر محمد علی سومرو صاحب اور تمام شرکاء  
و حاضرین کو اس مجلس پاک کی برکتوں اور رحمتوں سے مستفیض فرمائے اور ایسی محفلیں  
بار بار ہوتی رہیں، آمین۔

وما علینا الا البلاغ لہمبین

(۲)

الحمد لله السميع المجيب و الصلوة على حبيبه  
الشفيع النجيب و على اله واصحابه مع الحبيب اللبيب

اما بعد

فاعوذ بالله من الشطين الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (شوریٰ ۴۱/۴۲)

صدق الله مولينا العظيم

فقیر سے پہلے مولانا عبدالرشید فیضی مدظلہ نے خطاب فرمایا اور اس خطاب میں آیت

کریمہ:-

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ

الصَّادِقِينَ“ (۱۱۹/توبہ ۹)

(اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو)

تلاوت فرمائی اور اس پر گفتگو فرمائی۔۔۔۔۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و

تعالیٰ نے ایمان کی سلامتی اور خشیت الہی کی سلامتی کے لیے لازمی کر دیا کہ ایمان

والا، اللہ سے ڈرنے والا سچوں کے ساتھ رہے۔۔۔۔۔ کیوں کہ سچوں کے ہی رفاقت

سے ایمان بچایا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ سچوں ہی کے رفاقت سے تقویٰ پر قائم رہا جاسکتا

ہے۔۔۔۔۔ وہ نمونہ ہیں۔۔۔۔۔ سچے کون ہیں، سورۃ فاتحہ میں فرمایا۔۔۔۔۔ ”اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ جن پر اللہ نے انعام فرمایا اور بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے، جس پر ابھی مولانا سید علیم الدین شاہ الابرری نے گفتگو فرمائی۔۔۔۔۔

اس میں شک نہیں کہ محبت ہی اصل ہے۔۔۔۔۔ ایمان کی اصل محبت ہے۔۔۔۔۔ محبت نہیں تو کچھ نہیں اور خوب فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت محبوب بنا دیتی ہے۔۔۔۔۔ اللہ کا محبوب ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے، بلکہ انسانی عظمت کی دلیل ہے، انسان ترقی کرتے کرتے اُس مقام پر پہنچ جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالے۔۔۔۔۔ یہ محبوبیت کس سے حاصل ہوگی، یہ محبوبیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی اتباع سے حاصل ہوگی۔۔۔۔۔ جتنا اتباع میں کامل ہوگا اتنا ہی محبوبیت میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔۔۔۔۔ اُس کے بعد مولانا جاوید اقبال مظہری نے خطاب فرمایا اس میں آیت کریمہ پر گفتگو فرمائی:-

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ (۱۵/مائدہ/۵)

(بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب)

نور کا کام اور روشنی کا کام یہ ہے کہ ہر چیز کو ظاہر کر دے۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد زندگی جو تاریکی میں تھی روشنی میں آگئی۔۔۔۔۔ ہر چیز چھپی چھپی تھی، ظاہر ہوگئی۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”کہ میں ان چیزوں سے واقف ہوں جن سے بچنا چاہیے“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا عالم ایسا روشن ہے جیسے تاریکی میں بلب جل جائے۔۔۔۔۔۔ سب دیکھنے والے دیکھیں۔۔۔۔۔۔ ابھی بجھ جائے تو کچھ نظر نہ آئے۔۔۔۔۔۔ لیکن جب روشنی ہو جائے تو سب کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ جسطرح سارا عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روشن ہے۔۔۔۔۔۔ وہ ایسی روشنی ہیں اور ایسا نور ہیں جن پر زمین و آسمان درود بھیج رہے ہیں، یہ ذہن میں رکھنا چاہیے، اللہ نے فرمایا:-

”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (نور/۳۵)

(اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا)

اسی نور نے فرمایا:-

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“  
(۵۶/احزاب/۳۳)

(بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر)

کہ اللہ جو زمین و آسمان کا نور ہے۔۔۔۔۔۔ وہ اس نور پر درود شریف بھیج رہا ہے، اس سے آپ کے نور کی عظمت معلوم ہو رہی ہے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ آپ پر کہاں، کہاں درود شریف بھیجا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔ جہاں، جہاں وہ نور ہے، وہاں آپ کا ذکر ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔ ہم یہ کہتے رہیں کہ یہاں ذکر نہ کریں۔۔۔۔۔۔ وہاں ذکر نہ کریں۔۔۔۔۔۔ ہم کریں یا نہ کریں، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کا ذکر کر رہا ہے۔۔۔۔۔ کوئی زمین کا خطہ ایسا نہیں کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہو رہا ہو، کیوں کہ وہ زمین و آسمان کا نور ہے وہ نور درود بھیج رہا ہے۔۔۔۔۔ بھیجتا رہے گا اور کب تک بھیجتا رہے گا؟۔۔۔۔۔ کب سے بھیج رہا ہے؟۔۔۔۔۔ نہیں معلوم۔۔۔۔۔ پھر ہم اپنی کم تنگ نظری کا مظاہرہ کریں۔۔۔۔۔ یہ کہیں کہ درود نہ بھیجیں۔۔۔۔۔ زور سے نہ پڑھیں۔۔۔۔۔ آہستہ پڑھیں، یہ ساری باتیں بالکل طفلانہ معلوم ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ وہ تو عظمت میں اتنے بلند ہیں جہاں انسان کا فکر نہیں پہنچ سکتا۔۔۔۔۔ ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“۔۔۔۔۔ جس کے ذکر کو اللہ نے بلند کیا ہو وہاں تک کون پہنچ سکتا ہے؟۔۔۔۔۔ جب پہنچنے کی کوشش کرتا ہے عقل و دل ساتھ نہیں دیتے۔۔۔۔۔ بے عقلی اس حد تک لے جاتی ہے جو سمجھ میں آنے والی چیز ہے وہ بھی سمجھ میں نہیں آتی۔۔۔۔۔ موٹی سی ایک بات ہے جو قرآن کریم میں فرمائی کہ ہم نور ہیں زمین و آسمان کے اور فرما رہا ہے کہ! ہم درود بھیج رہے ہیں تو یقیناً آسمان و زمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درود سے گونج رہے ہیں۔۔۔۔۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا محبوب بننا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو دل سے لگایا جائے۔۔۔۔۔ جتنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونگے، اتنا ہی اللہ کے قریب ہونگے۔۔۔۔۔ جتنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونگے، اتنا ہی اللہ سے دور ہونگے۔۔۔۔۔ اگر رسائی حاصل کرنی ہے اللہ کے دربار میں تو اس در میں آنا ہی آنا ہے۔۔۔۔۔ جو اس در پر نہیں آیا وہ کسی در کا نہیں، وہ ہر در سے ٹھکرایا ہوا ہے۔۔۔۔۔

جو آیت کریمہ تلاوت کی اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خوبی کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔۔۔۔۔ اخلاق کی بلندیاں آپ کی محتاج ہیں۔۔۔۔۔ آپ اخلاق کے محتاج نہیں!

”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“ (۳/قلم/۶۸)

(اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے)

جب ”لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“ کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاق کے اوپر ہیں آپ۔۔۔۔۔ اخلاق آپ کا محتاج ہے، آپ اخلاق کے محتاج نہیں۔۔۔۔۔ جو آپ کرتے جاتے ہیں وہ خلقِ عظیم بنتا جاتا ہے۔۔۔۔۔ آپ کی ہر ادا خلقِ عظیم ہے۔۔۔۔۔ ہم محتاج ہیں خلق کے، کہا جاتا ہے کہ اچھے اخلاق والے ہیں۔۔۔۔۔ ہم اخلاق کے محتاج ہیں۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محتاج نہیں، بلکہ اخلاق عالیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محتاج ہیں، یہاں جو خاص خوبی کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ عفو و درگزر ہے، قرآن کریم میں فرمایا:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ  
الْأُمُورِ (۲۳/شوری/۲۲)

(اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے  
کام ہیں)

یہ دو چیزیں ہم میں نہیں ہیں، عوام میں نہیں ہیں۔۔۔۔۔ علماء میں نہیں۔۔۔۔۔  
صوفیاء میں نہیں (حیرت کی بات ہے)۔۔۔۔۔ ایک صبر اور دوسرے عفو و درگزر۔۔۔۔۔  
اگر کوئی غلطی کر دے تو اُسے معاف کر دے۔۔۔۔۔

”سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا خادم غلطی کرے تو  
دن میں چالیس مرتبہ معاف کرنا“۔

اُس کی گرفت کی گنجائش ہی نہ چھوڑی۔۔۔۔۔ ایسا عفو و درگزر کا سبق دیا  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:۔

”فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا“ (۱۰۹/بقرہ/۲)

(تو تم چھوڑو اور درگزر کرو)

تم چھوڑو اور درگزر کرو۔۔۔۔ کوئی تمہیں برا بھلا کہتا ہے۔۔۔۔ کوئی تمہیں ستاتا ہے۔۔۔۔ کوئی تمہیں تکلیف دیتا ہے درگزر کرو اور چھوڑو اور پھر فرمایا۔

”خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ

الْجَاهِلِينَ (۱۹۹/اعراف/۷)

(اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور

جاہلوں سے منہ پھیر لو)

خُذِ الْعَفْوَ۔۔۔۔ معاف کرنا اختیار کرو۔۔۔۔ معاف کرنا عادت بنالیں

آپ۔۔۔۔ بھلائی کا حکم دیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں۔۔۔۔

جاہل کون ہیں، ہم جاہل اسی کو کہتے ہیں جو پڑھا لکھا نہ ہو، بالعموم جو پڑھا لکھا

نہیں ہے وہ ہمارے نزدیک جاہل ہے، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کو جاہل فرمایا جو

قرآنی احکام اور اخلاقی اقدار سے غافل ہو، جو اللہ کی باتوں کو نہیں سمجھتا اور جو حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو نہیں سمجھتا۔۔۔۔ کتنا ہی پروفیسر ہے، کتنا ہی بی ایچ ڈی

ہے۔۔۔۔ کتنا ہی بڑا ڈاکٹر ہے وہ اپنی جگہ ہے ڈاکٹر، لیکن اس میں ادراک نہیں

ہے۔۔۔۔ فہم نہیں ہے اللہ کی باتوں کے سمجھنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

کو سمجھنے کا۔۔۔۔ اُس میں قوت نہیں ہے اور فہم نہیں ہے، فرمایا!۔۔۔۔ وہ جاہل سے یعنی اس

قسم کے پڑھے لکھے جاہلوں سے غلطیاں ہو جائیں تو درگزر کرو۔۔۔۔ فرمایا۔

”خُذِ الْعَفْوَ“ معاف کرنا اپنی عادت ڈالیں۔۔۔۔ ”وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ“ اور بھلائی کا

حکم دیں۔۔۔۔ ”وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ“ اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں۔۔۔۔ اگر کسی

سے بات کی جائے، اسلام کی بات کی جائے۔۔۔۔ اللہ کی بات کی جائے۔۔۔۔ اللہ کے رسول کی بات کی جائے وہ نہ سنیں تو فرمایا منہ پھیر لیں اس سے۔۔۔۔ اس کے پیچھے نہ لگیں اور ہم میں پیچھے لگنے کی عادت ہے۔۔۔۔ علما میں پیچھے لگنے کی عادت ہے۔۔۔۔ اس لیے فرمایا کہ ہدایت دینی ہے دیدیں۔۔۔۔ کچن بات یہ سے مانتا ہے تو ٹھیک ہے، نہیں مانتا تو بات ختم ہوگئی یہ ضروری نہیں کہ منوا کر چھوڑیں ان کو، ایک بات جو غلط کرتا ہے ہمارا فرض ہے کہ بتائیں کہ یہ غلط ہے، بس اتنا فرض سے۔۔۔۔ ”واعرض عن الجاہلین“ نہیں مانتا منہ پھیر لیں، اب ان آیات کی رہنمائی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک حیات طاہری میں عفو و درگزر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں نہایت ممتاز ہے۔۔۔۔ میں مختصراً عرض کر دوں گا، بات تو پھیلائی جاسکتی ہے، وقت بھی نہیں ہے اتنا۔۔۔۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں کتنا ستایا۔۔۔۔ کتنا ظلم کیا، سب کو معلوم ہے۔۔۔۔ ظلم کی انتہا یہ ہے کہ مکہ معظمہ کی ایک کھائی شعب ابی طالب میں تین سال تک آپ کے محبوب صحابہ اور اہل و عیال، سب آپ کے ساتھ محبوس رہے، نہ پانی ہے اور نہ کھانا، کچھ نہیں ہے، سب کو بند کر دیا۔ جسے ہم سوشل بائیکاٹ کہتے ہیں، سب لوگ سوکھے ہوئے پتے نوش فرمایا کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لولی خادم تھوڑا بہت لے آتا تو اب نوش فرمالتے، تین سال اسی طرح نزر گئے، اتنی تکلیف پہنچائی جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا اور جب یہ قید ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا، آپ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا طاہر ہے دل پر کتنا اثر ہوا ہوگا اور اسی غم و الم میں آپ نے طائف کا سفر کیا۔۔۔۔ اور طائف کے سفر میں کیا ہوا وہ بھی آپ کو معلوم ہے، جب آپ نے



اسلام کا پیغام پہنچایا تو اہل طائف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے اور اتنے پتھر برسائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لہو لہان ہو گئے، پھر آپ واپس تشریف لائے مکہ معظمہ اور پھر ہجرت کا واقعہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ اُن کا ظلم و ستم اپنی اتہا تک پہنچا تو اللہ نے حکم دیا ہجرت کرنے کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، لیکن اس تیرہ (۱۳) سال کے دوران آپ نے ہاتھ نہیں اٹھایا، بلکہ تیرہ سال کیا زندگی میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، مارنا تو بڑی بات ہے، کون ایسا ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ زندگی بھر میں نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔۔۔۔ سرکار کی شان یہ ہے کہ صبر کیا اور عفو و درگزر کیا اور کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔۔۔۔ جس نے آپ پر ہاتھ اٹھایا اس کو آپ نے دعائیں دیں اُس کو آپ نے معاف فرمایا، ایک واقعہ میں عرض کروں گا جو مشہور ہے۔۔۔۔۔ آپ ہجرت فرما رہے ہیں یہاں مکہ معظمہ میں اعلان کیا گیا کہ جو آپ کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! شہید کرے گا، اُس کو سواونٹ انعام دیا جائے گا۔۔۔۔۔ اس معاوضہ کی لالچ میں سراقہ بن جشم آپ کے پیچھے روانہ ہوا اور جب آپ غار ثور سے نیچے تشریف لائے اور ایک جگہ آرام فرما رہے تھے، پہاڑ کے سائے میں، اچانک یہ پہنچا اور وار کرنا چاہا لیکن زمین میں دھنس گیا۔۔۔۔۔ پھر وار کرنا چاہا پھر دھنس گیا۔۔۔۔۔ پھر وار کرنا چاہا۔۔۔۔۔ ہر بار آپ نے معاف کیا، ہر بار دھنسا اور معافی چاہی کہ اب حملہ نہیں کروں گا، پھر حملہ کیا پھر آپ نے معاف کیا۔۔۔۔۔ ہم میں کون ایسا ہے کہ کوئی اس پر تلوار کا وار کرے اور وہ بچ جائے اور قاتل و حملہ آور کو معاف کر دے۔۔۔۔۔ ہمیں نظر نہیں آتا کہ کوئی ایسا آدمی ہو۔۔۔۔۔ آپ نے اُس کو معاف کیا اور معاف کر دیا تو اُس نے کہا کہ آپ لکھ کر ہمیں دے دیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے تجھ کو معاف کیا ایسا نہ ہو کہ کل آپ فاتحانہ انداز سے

مکہ معظمہ تشریف لائیں اور کوئی اسی ظلم کے پاداش میں مجھ کو قتل کر دے، تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس کو لکھ کر دے دو معافی کا پروانہ آپ نے لکھ کر دے دیا کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے اس کو معاف کیا۔۔۔۔۔ یہی نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی، اس ہاتھ کے لیے جس ہاتھ سے تلوار اٹھائی اور آپ کو شہید کرنا چاہا، فرمایا!

”ایک وقت آئے گا کہ تیرے اس ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے“۔۔۔۔۔

اندازہ تو لگائیں آپ نے معاف بھی کیا اور پیشین گوئی یہ فرما رہے ہیں کہ قیصر و کسریٰ کے کنگن، سونے کے کنگن تیرے ہاتھ میں پہنائے جائیں گے۔۔۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران فتح ہوا، غنیمت کا مال ڈھیر لگایا گیا مدینہ منورہ میں۔۔۔۔۔ اس میں سونے کے کنگن بھی تھے تو آپ نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ”اے سراقہ قریب آ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری کروں اور تیرے ہاتھ میں کنگن پہناؤں“ یہ کہتے ہوئے آپ نے سراقہ کے ہاتھ میں کنگن پہنائے، تاریخ عالم میں عفو و درگزر کی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔۔۔۔۔

مدینہ منورہ جب آپ پہنچ گئے، مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ اپنے وطن کو چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ لیکن اہل مکہ کا ظلم و ستم ختم نہیں ہوا یہ قابل غور ہے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ چار یا پانچ سو کلومیٹر ہے، اس زمانے میں اتنا سفر طے کرنا بھی کوئی معمولی بات نہیں تھی، لیکن دشمنی اپنی اتنا کو پہنچی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ مکہ معظمہ میں لشکر تیار کر کے کہاں حملہ کیا؟۔۔۔۔۔ مدینہ منورہ کے قریب مقام بدر پر حملے کے لیے آئے اور جو کچھ ہوا آپ کو معلوم ہے، بڑی تفصیل ہے اس کی، قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے، فرشتوں کے آنے کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ بارش کے ہونے کا ذکر

ہے۔۔۔ اور عجائبات میں یہ ہے کہ ایک طرف دشمن ہے کثرت میں، ایک طرف صحابہ ہیں قلت کے اندر، رات کو صحابہ آرام فرما رہے ہیں، صبح جنگ ہونے والی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نگرانی فرما رہے ہیں۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ذکر فرمایا۔۔۔۔۔ وہ حیران ہو گئے کہ اتنی طمانیت اور اتنا سکون کہ صبح جنگ ہونے والی ہے اور رات کے وقت سب آرام کر رہے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نگہبانی کر رہے ہیں اور نماز فجر کے وقت سب کو جگا رہے ہیں، وہ حیران کہ یہ کیسی جنگ ہے؟۔۔۔۔۔ یہ کیسے لوگ ہیں کہ بظاہر بے آسرا نظر آتے ہیں لیکن ایسی قوت، ایسا سکون اور ایسی طمانیت۔۔۔۔۔ ہاں تو غزوہ بدر ہوا، حملہ کرنے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آئے، اس کے بعد غزوہ احد ہوا وہ بھی آپ سنتے رہتے ہیں علماء سے، اس کے بعد غزوہ خندق، مکہ معظمہ سے گئے حملہ کرنے کے لیے۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دشمن پر حملہ کرنے کے لیے تیاری نہیں کی، اس کو عام طور سے بیان نہیں کیا جاتا اور نہیں سمجھایا جاتا ہے کہ جب ہجرت آپ نے کی تو ہجرت کرنے کے بعد تیاری تو آپ کرتے دشمن پر حملہ کرنے کے لیے، جیسا کہ عام طور سے کیا جاتا ہے، جو وطن سے نکالتا ہے وہ دشمن کو زیر کرنے کے لئے تیاری کرتا ہے کہ اس کو بھی نکالا جائے، مگر آپ نے باوجود پے درپے حملوں کے کوئی لشکر تیار نہیں کیا، حملے کے لیے۔۔۔۔۔ ایک چیز عجیب و غریب نظر آتی ہے، دشمن چار سال مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پر مسلسل حملے کرتے رہے اور بے ہجری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لیے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ فرمایا، سب لوگ حیران کہ وہ دشمن جو مکہ معظمہ سے آکر بار بار حملہ کر رہا ہے، آپ نے اپنے عمل سے ظاہر کیا کہ تم نے ضرور حملہ کیا لیکن ہم تم کو معاف کرتے ہیں، سب نے تعجب سے کہا آپ اس طرف جا رہے ہیں جہاں سے دشمن آرہا ہے، اس کا بھی قرآن کریم میں ذکر ہے، آپ نے ارادہ فرمایا اور مکہ معظمہ کے قریب مقام حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا، آج بھی مکہ کی سرحد حدیبیہ پر ختم ہو جاتی ہے، آپ

تشریف لے آئے، اب تفصیلات علماء سے آپ نے سنی ہوں گی، اہل مکہ نے عمرے کی اجازت نہ دی، چنانچہ معاہدے کے بعد آپ واپس ہوئے، کوئی شکایت نہ کی بعض صحابہ کرام نے رد عمل کا اظہار فرمایا مگر آپ نے تحمل سے جواب دیا۔۔۔ آپ مکہ معظمہ تشریف لے آئے اُس میں راز کیا تھا، راز یہ تھا اہل مکہ نے صحابہ کی جاں نثاری، صحابہ کی فداکاری، اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے اپنی جان فدا کرتے ہیں، یہ جان فدا کرنے والے جب میدان جنگ میں آئیں گے تو کیا ہوگا، انھوں نے کہا آئندہ سال آپ تشریف لائیں، ابھی آپ تشریف لے جائیں، کچھ نہیں فرمایا، بے مثال عفو و درگزر سے کام لیا۔۔۔ واپس جا رہے ہیں تو سورۃ فتح نازل ہو رہی ہے، بظاہر معلوم ہو رہا ہے ناکامی ہے لیکن اللہ نے گواہی دی:-

”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا“ (فتح/۲۸)

(بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی)

یہ ناکامی نہیں ہے کھلی فتح ہے اور پھر اسکے بعد مکہ معظمہ فتح ہوا۔۔۔ اس فتح کے وقت بدلہ لینے والے بدلہ لیتے، اس شہر میں داخل ہو رہے ہیں جس شہر میں آپ پر ظلم و ستم ڈھائے گئے۔۔۔ آپ نے فرمایا تلواریں نیام میں رکھ لو۔۔۔ یہ عجائبات میں سے ہے، کہیں دنیا میں نہیں ہوا کہ کسی کمانڈر نے اپنے دشمن کے شہر میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوتے وقت یہ ہدایت دی ہو۔۔۔ آپ نے فرمایا:-

”تلواریں نیام میں رکھ لی جائیں“۔۔۔

تلواریں نیام میں رکھ لی گئی صرف ایک دو واقعات ہوئے، پھر آپ نے سب کو جمع کیا اور پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟۔۔۔ سب نے کہا کہ ”آپ شریف بھائی ہیں، آپ سے شفقت و مہربانی کی

امید ہے۔۔۔۔۔ ”آپ نے فرمایا جاؤ تم پر کوئی گرفت نہیں تم سب آزاد ہو“  
 ۔۔۔۔۔ یہ تاریخی واقعہ ہے عفو و درگزر کا۔۔۔۔۔ ولمن صبر و غفر ان ذلك لمن  
 عزم الامور۔۔۔۔۔ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا۔۔۔۔۔ معاف کرنے کی اس  
 سے بڑی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔۔۔۔۔ بلکہ قرآن کریم میں تو ہے:-

”اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا“ (۲۷/نمل/۳۳)

(بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ

کر دیتے ہیں)

جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں فساد مچاتے ہیں اور وہاں شریفوں کو  
 ذلیل و خور کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ کام کرتے ہیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو اپنی شان رحمت دکھائی اسی لئے فرمایا:-

”وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ“ (۲۱/انبیاء/۱۰۷)

(اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے)

کائنات کے لیے رحمت ہیں۔۔۔۔۔ مسلمانوں کے لیے۔۔۔۔۔ مومنوں کے  
 لیے تو رحمت ہیں ہی لیکن اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے دشمنوں کے لیے بھی آپ صلی  
 اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں۔۔۔۔۔ تو عرض یہ کرنا تھا کہ صبر کی خوبی اور معافی بڑی خوبی ہے  
 اور یہ بڑے ہمت کے کام ہیں، ایک آیت میں فرمایا:-

”وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ اِذْفَعْ بِالَّتِي هِيَ

اَحْسَنُ“ (۲۴/احم السجدہ/۲۱)

(اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی

کو بھلائی سے ٹال)

اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ہم میں یہ خامیاں موجود ہیں، عوام کی بات تو عوام کے ساتھ ہے، گھروں کے اندر آپ دیکھیں گے۔۔۔ حضور نے فرمایا جو بڑوں کی تکریم نہ کرے، چھوٹوں پر شفقت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔۔۔ گھر میں مائیں بھی ہیں، بہن بھائی بھی، بیوی بچے بھی، سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔ انسان یہی سمجھتا ہے اللہ نے مجھے بڑا بنایا، بڑا ظلم و زیادتی کے لیے نہیں بنایا، بڑا شفقت و رحمت کے لیے بنایا ہے، بڑے کی بات بڑی ہوتی ہے۔۔۔ سوچنا چاہیے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

”الرِّجَالُ قَوَّموُنَ عَلَى النِّسَاءِ (نساء/۳۴)

(مرد افسر ہیں عورتوں پر)

اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا ہے۔ ”مرد عورتوں کے افسر ہیں“۔۔۔ تو افسر وہ نہیں ہیں جیسے آج کل افسر ہوتے ہیں، اسلام کا افسر وہ ہے جو رحیم و کریم ہے، جابر و قاهر نہیں۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس سے واپس تشریف لارہے ہیں، راستے میں بڑی بی بی بیٹھی ہے، اُس سے آپ نے پوچھا کہ تم کو عمر کا حال معلوم ہے، تو اُس نے آپ کو پہچانا نہیں اور آپ سے آپ کی شکایت کی۔۔۔ آپ نے فرمایا وہ تو اتنے دور ہے مدینہ منورہ میں اُس کو کیا خبر؟۔۔۔ تو بڑی بی بی نے کہا کہ خبر نہیں ہے تو خلیفہ کیوں بنا ہوا ہے۔۔۔ تو آپ ”اپنی ذمہ داری محسوس کر کے زار و قطار رونے لگے“ ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہونے لگی۔ اُس زمانے میں ایسے ذمہ دار خلیفہ۔۔۔ آج کے زمانے کے افسر نہیں تھے۔۔۔ تو اسلام میں افسر بنایا گیا ہے اور اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ رحیم و کریم ہو۔۔۔ ماتحتوں پر شفقت و مہربانی کرے، جیسے کسی بھائی پر، اسلام کا سبق یہی ہے۔۔۔ اور ہاں میں عرض کر رہا تھا!

”وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ“ (۳۲/حم السجدہ/۴۱)

(اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی)

کس اندازِ محبت سے سمجھایا کہ دیکھو نیکی اور بدی برابر نہیں!

”ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (۳۲/حم السجدہ/۴۱)

(اے سننے والے بُرائی کو بھلائی سے ٹال)

یہ سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا۔۔۔۔۔ سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمل کر کے دکھایا۔۔۔۔۔ اب ہم بھی سنت پر عمل کر کے دکھائیں، یہ آیت پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کریں۔۔۔۔۔ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ۔۔۔۔۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتیں۔۔۔۔۔ نیکی، نیکی ہے۔۔۔۔۔ بدی، بدی ہے۔۔۔۔۔ ادفع بالتي هي احسن۔۔۔۔۔ جب نیکی اچھی ہے، جب بدی بُری ہے اور کوئی تمہارے ساتھ بدی کرے تو اس کا بدلہ نیکی سے دینا، پھر کیا ہوگا؟۔۔۔۔۔

”فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ

حَمِيمٌ“ (۳۲/حم السجدہ/۴۱)

(جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا

کہ گہرا دوست)

”اگر تم نے ایسا کیا ہر بدی کا بدلہ۔۔۔۔۔ بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی سے دیا تو وہ بدی کرنے والا تمہارا جگری دوست ہو جائے گا“۔۔۔۔۔ اور یہ کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی کا مطالعہ کریں کہ وہ صحابہ جو جان کے پیاسے تھے، اچانک ایسا انقلاب آیا کہ وہ جان دینے لگے، یہ کسی کی سیرت میں نظر نہیں آتا کہ جان لینے والے جان دے رہے ہوں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا

اعجاز ہے۔۔۔۔۔ جو جان لینے والے تھے وہ جان دے رہے تھے اور یہ آپ کے خلق  
عظیم کا ایک معجزہ ہے جس کے لیے قرآن کریم نے فرمایا ہے:-

”وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لَفَقَضْنَاكَ  
حَوْلِكَ (۱۵۹/ آل عمران/ ۳)

(اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت  
دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے)

آپ کے اخلاق عالیہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔۔۔ سب کو اپنا گرویدہ  
بنایا۔۔۔۔۔ سب کو اپنا عاشق بنایا۔۔۔۔۔ سب کو اپنا فداکار بنایا۔۔۔۔۔ سب کو اپنا جان نثار  
بنایا۔۔۔۔۔ وہ ایسے حسین تھے، جن کا ظاہر بھی حسین، باطن بھی حسین، آپ کا حسن دیکھنا ہو  
تو صحابہ کرام کی آنکھوں سے دیکھیں۔۔۔۔۔ ایک صحابی نے یہ نہیں فرمایا کہ ”آپ کا چہرہ  
ایسا تھا جیسا کہ آفتاب“۔۔۔۔۔ عام طور پر تشبیہ دیتے ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ایسا معلوم  
ہوتا کہ ”آپ کے چہرہ مبارک میں آفتاب تیر رہا ہے“۔۔۔۔۔ کیا ادب ہے اور کیسی حسن و  
جمال کی عکاسی ہے اور کس خوبی سے عکاسی کی ہے۔۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ظاہر میں بھی اور باطن میں  
بھی۔۔۔۔۔ ایک سنت ظاہر کی ہے، ایک سنت باطن کی۔۔۔۔۔ ظاہری سنت تو آپ کو  
معلوم ہے۔۔۔۔۔ باطنی سنت یہ ہے کہ عادات کا بدل جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
اخلاق و عادات کی پیروی کر لینا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات و احساسات ہیں ان کی  
پیروی کرنا۔۔۔۔۔ جتنا انسان اتباع میں کامل ہوتا جائے گا اللہ کے قریب ہوتا جائے گا!

یہاں تک۔۔۔۔۔ ”يُخَيِّكُمُ اللَّهُ“

(اللہ تمہیں دوست رکھے گا)



اللہ کا محبوب بن جائے گا۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو حضور کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت عطا فرمائے اور ہم اللہ کے ہم محبوب بن جائیں۔۔۔ ہمارے محمد علی سومر و صاحب اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، بڑے خلوص سے یہ محفل قائم کرتے ہیں اور اصل چیز ہے محفل کے بانی کا خلوص ہے، حاضرین کی تعداد نہیں کہ بہت لوگ آئے تھے، ہزاروں آدمی تھے، اگر ایک بھی مخلص ہے اور اخلاص سے حاضر ہو گیا وہی محفل کا حاصل ہے اور الحمد للہ! محمد علی سومر و صاحب نے بڑے اخلاص سے یہ محفل سجائی، اللہ تعالیٰ ان کو اس اخلاص کی جزا عطا فرمائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔۔۔ اور جو بھی شریک ہوئے ہیں اور اس میں حصہ لیا ہے اس مجلس کی برکات سے اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو مستفیض فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

نعت کا ادب یہ ہے کہ دھیمی آواز سے پڑھی جائے۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نعتیں پڑھیں۔۔۔ قرآن کریم میں جو آیا کہ:-

”اپنی آوازوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو“

تو خود آپ سوچ سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس آواز سے نعتیں پڑھی ہوں گی۔۔۔ ہم جب نعت پڑھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کو فراموش کرتے ہیں۔۔۔ صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ جب حاضر ہوتے تو یوں محسوس ہوتا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔۔۔ جب نعت شریف ہو رہی تھی جب بھی یہی حالت تھی۔۔۔ کس طرح نعت شریف ہوتی ہوگی خود سوچ لیں آیہ کریمہ کی روشنی میں:-

۱۔ ایک صاحب بچن کا نعت پڑھنے کا انداز صحیح نہ تھا، اس لیے آخر میں نعت خوانی کے آداب کے متعلق اصلاح فرماتے ہوئے انہیں اس طرف متوجہ کیا۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ  
صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ  
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا  
تَشْعُرُونَ“ (الحجرات/۳۹)

(اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی  
آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے  
چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو)

اس لیے خصوصاً جہاں علماء ہوں، فقرا ہوں وہاں ایسی اونچی آواز سے نعت نہ پڑھے  
اور وہاں بناوٹ بھی نہ ہو اور جب بھی نعت پڑھیں تو بقول حضرت داتا گنج بخش رحمۃ  
اللہ علیہ نے فرمایا کہ نعت خوانی اُس وقت جائز ہے جب اہل طریقت موجود ہوں،  
الحمد للہ! یہاں اہل طریقت موجود ہیں۔۔۔ نعت اپنی اصل آواز سے پڑھیں، بناوٹ نہ  
ہو، بناوٹ سے نہ پڑھیں یعنی اس قسم کی نعت خوانی جائز ہے، جہاں یہ معلوم ہو کہ اپنی آواز  
سے زیادہ اُس نے آواز بلند نہ کی اور ہاتھ پیر نہ ہلائے جو اکثر آج کل عام طور پر رواج ہے  
یہ نعت خوانی عوام الناس کی نعت خوانی ہے۔۔۔ لیکن علماء و فقرا کی نعت خوانی نہیں ہے، ہم  
نے دیکھا ہے اپنے والد ماجد مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں محفل میں  
نعت خوانی ہوتی تھی ایک سناٹا ہوتا تھا اور کیفیت یہ ہوتی۔

شمع چپ، پروانے ششدر، اہل محفل، دم بخود

ہائے کیا تصویر کا عالم تیری محفل میں ہے!

کیفیت یہ تھی۔۔۔ ہم نے تو یہ نظارے دیکھے ہوئے ہیں۔۔۔ یہ وہی کیفیت  
تھی جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشاہدہ

فرمائی۔۔۔۔۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی راہ پر چلتے ہیں انہی کی راہ کو اختیار کرتے ہیں اپنی راہ نہیں نکالتے۔۔۔۔۔

جب بھی نعت پڑھیں تو یہ ذہن میں رکھیں کہ صحابہ کرام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس طرح نعت پڑھی ہوگی؟۔۔۔۔۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کس طرح سنی ہوگی؟۔۔۔۔۔ یہ سب باتیں موجود ہیں علماء سے معلوم کر لیا کریں اور عوام الناس میں جو نعت پڑھتے ہیں وہ بھی اس بات کو سمجھ لیں تاکہ نعت خوانی کا لطف دو بالا ہو جائے اور باطنی لطف آنے لگے یہ تو ظاہری لطف ہے۔۔۔۔۔ محفل میں نعت خواں نے دورانِ نعت شریف میں کہا کہ ”ایک شعر ملاحظہ فرمائیں“۔۔۔۔۔ ”گویا ہم اپنی توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا کر شعر کی طرف کر لیں“۔۔۔۔۔ ہماری نگاہ تو حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، اب تمہارے شعر کو دیکھیں، یہ کیسی عجیب بات ہے۔۔۔۔۔ نعت کا مطلب یہ ہوتا ہے ہماری نگاہ سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جائے کسی شعر پر نہ ہو، کسی لفظ پر نہ ہو، بلکہ اُس دربار میں پہنچ جائے، یہ ہے نعت خوانی۔۔۔۔۔ اب اس دربار سے واپس آنے کی بات ہے ایک شخص محو ہو چکا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اور ہم نے کہا کہ ”شعر ملاحظہ فرمائیں“۔۔۔۔۔ ارے بھی کیا ملاحظہ فرمائیں ہم تو وہاں پہنچ گئے۔

بیخودی لے گئی کہاں ہم کو

ویر سے انتظار ہے اپنا

ہم کو وہاں حاضر ہونے دو۔۔۔۔۔ تو اس کا خیال رکھیں کہ اپنے باطن کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے بالکل کھلا رکھیں اور وہی ادب سامنے رکھیں جو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔۔۔۔۔ تو اس محفل کا کیف و سرور بھی کچھ اور ہی ہوگا، جب یہ روش اختیار کریں گے تو وہ کیف و سرور بیان نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔

(۳)

الحمد لله السميع المجيب و الصلوة خيبه الشفيع  
النحيب و على اله واصحابه مع الحبيب اللبيب

اما بعد

فاعوذ بالله من الشطين الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (۱۵/آئدہ/۵)

صدق الله مولينا العظيم

فقیر سے پہلے مفتی اعظم ہند علامہ ڈاکٹر محمد مکرّم احمد (شاہی امام و خطیب مسجد  
فتحپوری، دہلی) نے خطاب فرمایا۔۔۔ حکیمانہ و عارفانہ خطاب فرمایا اور اس خطاب  
میں دو خاص باتیں خطاب فرمائی جو یاد رکھنے کے قابل ہے، ایک یہ کہ انسان جو کام  
کرے وہ رضائے الہی کے لیے کرے۔۔۔ اس کی کوئی اپنی غرض نہ ہو، جو کام  
رضائے الہی کے لیے کیا جاتا ہے وہ بظاہر دنیا کا کام نظر آتا ہے۔۔۔ لیکن حقیقت میں وہ  
دین کا کام ہوتا ہے، بس نیت کی بات ہے۔۔۔ پھر ایک انسان دوکان پر بیٹھا ہے کمانے  
کے لیے، مال جمع کرنے کے لیے یہ دنیا ہے۔۔۔ ایک انسان بیٹھا ہے دوکان پر اس  
نیت سے کمانے کے لیے کہ وہ کما کر اپنے بیوی بچوں کو پالے اور ان کی تربیت کرے، یہ  
سہادت ہے۔۔۔ دونوں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں، دونوں تاجر ہیں۔۔۔ دونوں کا  
ایک ہی مال ہے، ایک دنیا کما رہا ہے اور ایک دین کما رہا ہے۔۔۔ نیت سے عمل میں  
انقلاب آتا ہے، اگر نیت اچھی ہے تو عمل کا نتیجہ اچھا ہے۔۔۔

انسان زمین میں بیج بوتا ہے، اگر بیج اچھا ہے تو فصل اچھی ہے۔۔۔۔۔ بیج اچھا نہیں ہے تو فصل اچھی نہیں ہے۔۔۔۔۔ اہل اللہ کی سیرتوں کا مطالعہ کریں تو جب معلوم ہوگا کہ اخلاص کیا چیز ہے اور رضائے الہی کے لیے کام کرنا کیا چیز ہے؟۔۔۔۔۔ اہل اللہ کے حالات میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کا مال ڈاکوؤں کو اپنے ہاتھ سے دے دیا اور وہ ڈاکو اس حسن سلوک کو دیکھ کر تائب ہو گئے۔۔۔۔۔ دنیا داروں میں اور ان حضرات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ہمارے یہاں ڈاکو داخل ہوتا ہے اُس کا پیچھا کرتے ہیں اس کی رپورٹ درج کرائی جاتی ہے گرفتار کیا جاتا ہے اسے سزا دلوائی جاتی ہے اور اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں یہ دنیا دار ہے، ہر انسان یہی کرتا ہے، لیکن اہل اللہ کیا کرتے ہیں؟۔۔۔۔۔ سینے!

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک ڈاکو تھا اور بڑا ماہر ڈاکو تھا، ڈاکے ڈالتے ڈالتے اس کا ایک ہاتھ کٹا، دوسرا ہاتھ کٹا۔۔۔۔۔ ایک پیر کٹا اور دوسرا پیر کٹا، جب وہ آخری بار قید سے رہا ہوا ڈاکہ زنی کا سوا دوسرے میں سایا ہوا تھا، رات کی تاریکی میں ایک گھر میں داخل ہوا۔۔۔۔۔ کپڑے کے تھان پڑے ہوئے تھے، گٹھڑیاں باندھنے لگا، ظاہر ہے نہ ہاتھ نہ پیر ہے، پسینے پسینے ہو گیا۔۔۔۔۔ تہجد کا وقت ہوا ایک بزرگ اس کمرے میں داخل ہوئے چرا لیتے، یہ گٹھڑی باندھ رہا تھا، آپ نے فرمایا!

”آپ بیٹھیں میں باندھ دیتا ہوں“۔۔۔۔۔ یہ ڈاکو سمجھا کہ شاید یہ بھی ڈاکو ہے، پھر آپ نے ایک بڑی گٹھڑی باندھ دی اور ایک چھوٹی گٹھڑی باندھ دی۔۔۔۔۔ اذان فجر ہو گئی تو اُس نے کہا کہ اب سامان لے کر چلو، تم کو تمہارا معاوضہ دے دوں گا، جو تم نے محنت کی ہے تمہیں اس کا معاوضہ مل جائے گا، میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔ بڑی گٹھڑی بھی اتاری اور چھوٹی بھی اتاری، آپ نے فرمایا! تم معذور ہو چھوٹی گٹھڑی تم

اٹھالو، بڑی گٹھڑی میں اٹھاتا ہوں۔۔۔۔ بڑنی گٹھڑی آپ نے سر پر رکھ لی اور چھوٹی گٹھڑی اُس نے رکھ لی، چلتے چلتے پہاڑ کی کھو میں پہنچ گئے، غار کے اندر، چھوٹی گٹھڑی بھی رکھ دی اور بڑی گٹھڑی بھی رکھ دی، کہا کہ لاؤ تم کو تمہارا معاوضہ دوں۔۔۔۔

”فرمایا کہ یہ سب کچھ میرا ہی ہے، تجھ کو مبارک ہو!“

یہ سننا تھا کہ انقلاب آ گیا اُس کی زندگی میں۔۔۔۔ یہ کہہ کر آپ واپس ہو گئے، اُس کی دل کی دنیا بدل گئی اور صبح کو شوق یہ پیدا ہوا کہ جا کر دیکھا جائے کہ اللہ کا بندہ ہے کون؟ جو اپنا مال غار میں میرے پاس چھوڑ کر چلا گیا، رات کی تاریکی میں گھر کا اندازہ نہ کر سکا صبح پہنچا۔۔۔۔ پوچھا کہ ایک تاجر ہے اُن کا یہاں مکان ہے، کسی نے کہا تاجر تو نہیں ہے، ایک بزرگ ہیں اور اُن بزرگ کا نام حضرت جنید بغدادی (علیہ الرحمہ) ہے۔۔۔۔ تو اُس ہال میں جہاں درس دے رہے ہیں، تربیت کر رہے ہیں، اپنے مریدین کی، دیکھو وہی بزرگ تو نہیں ہیں؟۔۔۔۔ جب یہ داخل ہوا تو اس نے آپ کے چہرے پر نظر ڈالی فوراً قدموں میں گر گیا اور تائب ہو گیا اور ڈاکے چھوڑ دیئے اور پھر یہ دلی کامل ہو گیا، پھر اس ڈاکو کا دلی کامل میں شمار ہونے لگا۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ایسے ہی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے واقعات ہیں، یہاں اگر کوئی کسی کو گرفتار کر لے تو ایک شور مچ جاتا ہے۔۔۔۔ ہر ایک سے کہتے پھرتے ہیں، جب کہ ہمیں رہائی کی قدرت نہیں ہوتی۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی کو جب جہانگیر نے قید کیا تو آپ بدلہ لینے پر قادر تھے، فوجی افسران اور وزراء سب آپ کے مرید تھے۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ جہانگیر کو کچھ نہیں کہنا، یہ وزیروں کو بھی لکھا، امیروں کو بھی لکھا، کمانڈروں کو بھی لکھا تا کہ بغاوت نہ ہو اور ایک عجیب بات فرمائی:۔

”فرمایا کہ یہ قید جہانگیر کی طرف سے نہیں ہے یہ تو اللہ کی طرف سے ہے، ہم کو اللہ بھی محبوب ہے اور یہ قید بھی محبوب ہے اور جس نے یہ قید ہم تک پہنچائی ہے یعنی جہانگیر وہ بھی محبوب ہے۔“

اس تحمل و برداشت کی نظیر نہیں ملتی۔۔۔۔ وہ غم و الم برداشت کرتے ہیں۔۔۔۔ فرمایا!

”وہ غم میں جو رضا الہی کے لیے ہو خوشی سے زیادہ لطف دیتا ہے۔۔۔“

تو اصل چیز ہے رضا الہی ہے اور ہم دنیا میں اس طرح مگن ہو جاتے ہیں کہ رضا الہی کا خیال نہیں رہتا، حضرت سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ”رسالہ قوتیہ“ میں فرمایا کہ تین قسم کے بھائی ہیں۔۔۔

ایک تو نسبی ”بھائی“ دوسرا وہ جو کام نکالنے کے لیے دوکان دار بھائی بناتے ہیں، غرض نکلی اخوت ختم ہوگئی، سب سے سچا ”بھائی“ وہ ہے جو روحانی رشتے سے منسلک ہے۔۔۔۔ یہ جو روحانی رشتے سے بھائی بنا ہے ”وہ حقیقی بھائی“ ہے۔۔۔۔ الحمد للہ! اس محفل میں حقیقی بھائی موجود ہیں جو روحانی رشتے سے منسلک ہیں۔۔۔۔ کہاں کہاں سے آئے ہیں، کچھ بھائی ہندوستان سے آئے ہیں۔۔۔۔ کچھ اسلام آباد سے آئے ہوئے ہیں۔۔۔۔ کچھ لاہور سے آئے ہوئے ہیں۔۔۔۔ جگہ جگہ سے آئے ہوئے ہیں، سب ایک جگہ ہیں۔۔۔۔ سب ایک صف میں منسلک ہو گئے ہیں، ایک لڑی میں پروئے گئے، اللہ کی رضا کے لیے۔۔۔۔ جو بیٹھا ہے یہاں پر اس کی کوئی غرض نہیں، ایسی مقدس محافل، ایسی پاکیزہ محفلیں کہیں نظر نہیں آئیں گی۔۔۔۔ ہر محفل میں غرض ہے خواہ وہ شادی کی محفل ہو۔۔۔۔ وہ سالگرہ کی محفل ہو۔۔۔۔ وہ عقیقہ کی

محفل ہو۔۔۔۔۔ کوئی بھی محفل ہو اس میں غرض ہوتی ہے، لیکن یہ جو محافل ہیں اس میں غرض نہیں، اس کی انعقاد کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے، فرمایا کہ۔

”اللہ کے احسانات کو یاد کیا کرو“۔۔۔۔۔ بار بار قرآن میں فرمایا!

”اللہ کی نعمتوں کو یاد کیا کرو“۔۔۔۔۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ حکم دے رہا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب نعمتوں کی جان ہیں اور سب احسانات میں عظیم احسان۔۔۔۔۔ جو آپ کے ذکر کو منع کرتا ہے خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے، یہ ذہن میں رکھیں، جو یہ کہے کہ یہ نہ کرو۔۔۔۔۔ وہ اللہ کا باغی ہے۔۔۔۔۔ تو اللہ کہتا ہے کہ یاد کرو، ہم کو بھی یاد کرو۔۔۔۔۔ ہمارے محبوبوں کو بھی یاد کرو، قرآن کریم میں شروع سے لے کر آخر تک دیکھیں اور اس کی حکمت بھی بتائی کیوں یاد کرو۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

”ہم جو یہ قصے بیان کرتے ہیں تو یہ جو نبیوں کی باتیں تم کو سناتے ہیں اس لیے تاکہ آپ کا دل مضبوط ہو جائے“۔۔۔۔۔ سرکار ﷺ کا دل تو مضبوط تھا بات ہمیں سنائی تھی، ان حضرات عالیہ کے واقعات پڑھ کر، ایسی صاحب استقامت شخصیتوں کی سیرت پڑھ کر، استقامت کی طرف انسان مائل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں انبیاء کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں اولیاء کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں صلحاء کا ذکر ہے، تو یہ ذکر کرنا سنت الہی ہے۔۔۔۔۔ کب سے چلا آ رہا ہے۔۔۔۔۔ یہ تو اس وقت سے چلا آ رہا ہے، جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے روز اول میں ایک محفل میلا و سجائی تھی۔۔۔

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ  
وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا



(اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے)

پہلا میلاد شریف اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا۔۔۔۔ جس میں خطاب اللہ کا تھا اور حاضرین انبیاء علیہ السلام تھے، یہ پہلا میلاد تھا۔۔۔ وہ کہتے ہیں کب سے چلا؟۔۔۔۔ بھی کیا بتائیں کب سے چلا؟۔۔۔۔ کوئی کہہ نہیں سکتا کب سے چلا جتنے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے اس میلاد کا ذکر سب نے اپنی اُمتوں سے کیا گویا ہر نبی نے میلاد کی محفل سجائی اپنی زندگی میں۔۔۔۔ ظاہری زندگی میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء تشریف لائے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک کتنی میلاد کی محافل ہوئیں۔۔۔۔ ہزاروں، لاکھوں محفلیں ہو چکیں اور ہم پوچھتے ہیں کہا لکھا ہوا ہے؟۔۔۔۔ کون سی حدیث میں آیا؟۔۔۔۔ ارے بھی حدیث نہیں پہلے قرآن کریم میں دیکھ لو، حدیث میں تو بعد میں دیکھنا۔۔۔۔ قرآن کریم میں دیکھو!

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر کیا اور نبیوں سے عہد لیا کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں۔۔۔۔ ”لَتَوْمِنَنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“۔۔۔۔ اور تم ان پر ایمان لانا، مدد کرنا، جان نثاری کرنا، یہ تم پر فرض ہے، یہ اللہ نے فرمایا۔۔۔۔ یقیناً ہر نبی نے اپنے اُمتوں کو یہ پیغام سنا یا۔۔۔۔ تو یہ سنت الہی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کا ذکر کیا۔۔۔۔ قرآن کریم میں اولیا کا ذکر کیا۔۔۔۔ نیک بندوں کا ذکر کیا۔۔۔۔ ہم حضور کے ذکر پر اعتراض کرتے ہیں، عرس پر اعتراض کرتے ہیں، اس میں کیا ہوتا ہے؟۔۔۔۔ ولی کا ذکر ہوتا ہے، ولی کا ذکر اللہ نے کیا۔۔۔۔

ایک واقعہ یاد آیا، دہلی میں ایک عالم رہتے تھے مولانا ثار احمد صاحب، اجین سے بعض اہل سنت نے میرے والد ماجد حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو لکھا کہ یہاں میلاد کے مخالفین اور فاتحہ کے مخالفین سے مناظرہ کرنا ہے کسی عالم کو بھیج دیں۔۔۔۔۔ مولوی ثار احمد علیہ الرحمہ عالم تو نہ تھے، حافظ قرآن اور مقرر تھے۔۔۔۔۔ اتفاق سے وہ آگئے، مفتی اعظم نے فرمایا! آپ مناظرے کے لیے اجین چلے جائیں۔۔۔۔۔ ادباً تو خاموش رہے، مجھ سے کہا میں تو عالم نہیں، میں نے کہا کہ جب مفتی اعظم نے کہا ہے تو چلے جائیں۔۔۔۔۔ چنانچہ وہاں گئے ان کی تقریر شروع ہوئی، تقریر میں قصے سنائے، مخالفین میں عالم و فاضل تھے، تو انھوں نے بانی محفل کو ایک پرچہ لکھا۔۔۔۔۔ ”یہ مولوی قصہ کہانی بیان کر رہے ہیں یہ جاہل ہیں، ان سے مناظرہ کے لیے ہم تیار نہیں“۔۔۔۔۔ وہ پرچہ مولوی صاحب تک پہنچا دیا گیا، مولوی صاحب نے کہا کہ اس پرچہ میں لکھا ہے ”کہ یہ مولوی صاحب قصہ بیان کرتا ہے یہ جاہل ہے اس سے مناظرہ کے لیے ہم تیار نہیں“ یعنی جو قصہ بیان کرے وہ جاہل ہے۔۔۔۔۔ پھر اہل محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب سنو قرآن کریم میں کتنے قصے ہیں، چوں کہ یہ مولانا حافظ قرآن تھے اسی لیے شروع سے لیکر آخر تک قصے سنائے، فرمایا کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قصے سنائے ہیں، مخالفین پرچے میں لکھ رہے ہیں کہ جو قصہ سنائے وہ جاہل ہے۔۔۔۔۔ ”تو معاذ اللہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو جاہل کہا“۔۔۔۔۔ بس یہ سنتے ہی پوری محفل بھر گئی، لوگوں نے نعرے لگائے اور مخالفین کو محفل سے نکال دیا، وہ رسوا ہو کر چلے گئے اور مولانا احمد صاحب کامیاب ہوئے اور مناظرہ ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ مولانا کو بہت تحفے و تحائف ملے اور وہ بہت خوش خوش دہلی آئے۔۔۔۔۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے ذکر کا حکم دیا۔۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے احسان کے بیان کرنے کا ذکر کیا۔۔۔۔۔ ہم تو آپس میں ایک دوسرے کا احسان کا ذکر

کرتے ہیں تو اللہ کے احسان کا ذکر کیوں نہ کریں؟۔۔۔۔ اور تو اوز جوان حضرات کے ساتھ وابستہ ہو گیا، اُن صلحاء کا بھی ذکر کیا۔۔۔۔ اُن نیک بھائیوں کا ذکر کیا جن کے والد کا طریقہ یہ تھا کہ وہ باغ کا پھل توڑنے سے پہلے، جو فقراء جمع ہو جاتے، صبح ہی صبح جس دن وہ باغ کا پھل توڑتے تو فقراء سے کہتے جو پھل گر گیا پورے باغ میں سب سمیٹ لو، ظاہر ہے وہ منوں ہوتا، سب سمیٹ لیا کرتے۔۔۔۔ والد کا انتقال ہو گیا اب بھائیوں نے مشورہ کیا والد خواہ مخواہ پھل ضائع کرتے تھے، منوں فقیروں کو دیتے تھے، ایسا کریں کہ ہم اُن فقیروں کے آنے سے پہلے چلے جائیں اور تمام پھل اُتار لیں، ایک بھائی نے کہا ایسا نہ کرو۔۔۔۔ اس ”نیک بھائی“ کا اللہ نے ذکر کیا، اس کی نیک نیتی کا ذکر کیا۔۔۔۔ فرمایا اُس بھائی نے کہا بھائی جو والد کرتے تھے وہی کرو، فقروں کو محروم نہ کرو۔۔۔۔ بھائیوں نے کہا مگر ہم تو یہی کریں گے، اللہ تعالیٰ نے بھائیوں کی بدنیتی کی وجہ سے اُس باغ کو جلا کر بھسم کر دیا۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے، یہ بھائی پھل اُتارنے اپنے باغ کی طرف گئے، وہ تو ختم ہو چکا تھا۔۔۔۔ یہ سمجھے شاید ہم راستہ بھول گئے مگر جب حقیقت کھلی تو نادم ہوئے۔۔۔۔ اُس نیک بھائی نے کہا! میں نے نہیں کہا تھا تم سے، نیت صاف رکھو، اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ عذاب ہے۔۔۔۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بھائی کا ذکر کیا۔۔۔

اس واقعہ سے دو سبق ملتے ہیں ایک یہ کہ جب نیت خراب ہوتی ہے انسان کی۔۔۔۔ اُس کا مال بھی خراب ہو جاتا ہے اور نیت اچھی ہوگی تو مال میں ترقی ہوگی۔۔۔۔ اُن کے مال میں ترقی ہوتی تھی جو منوں دیتے تھے، تو منوں آتا تھا، قرآن کریم نے مثال دی زمین کی، کھیت کی۔۔۔۔ جو کسان بیج بوئے، فنا کر دیتا ہے، کوئی تاجر فنا نہیں کرتا وہ دوکان سجاتا ہے اپنی۔۔۔۔ جو بھی لاتا ہے مال سجاتا ہے، وہ خاک میں نہیں ملاتا، ایک کسان ہے جو خاک میں ملا کر اللہ پر توکل کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ کچھ ملے گا۔۔۔۔ فرمایا! ”ہم اسی دانے میں سے کتنی بالیں نکالتے ہیں، ہر

بال میں سو (۱۰۰) دانے اور اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ عطا فرمادے۔۔۔۔۔ تم دیکھتے نہیں جو نیکی میں حصہ لیتا ہے اُس کو ہم اس طرح بڑھاتے ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ خیال ہی خیال نہیں بلکہ آپ دیکھیں اس معاشرے میں، مشاہدے میں یہ بات آئے گی کہ جو اللہ کی راہ میں دیتا ہے وہ محروم نہیں رہتا اُس کو ملتا ہے۔۔۔۔۔ تو ذکر تھا نیکیوں کے ذکر کا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی کیا بات ہے؟۔۔۔۔۔ قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی محفل کا ذکر کیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محفل سجائی۔۔۔۔۔ پہلے اللہ نے سجائی پھر اللہ کے حبیب نے، سب مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا معلوم ہے میں نے تم کو کس لیے جمع کیا، میں نے اس لیے جمع کیا کہ۔۔۔۔۔ ”میرے بعد ایک نبی آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا میں اس کی خوش خبری سناتا ہوں۔“

یہ میلا و شریف نہیں تو اور کیا ہے، سب کو جمع کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خطاب کیا، اس خطاب میں فرمایا وہ تشریف لانے والے ہیں اُن کا نام احمد ہوگا۔۔۔۔۔ یہ آخری خطاب ہے، اب کوئی آپ سے پوچھے کہ کہاں لکھا ہوا ہے تو کہیں کہ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ تم کیا پوچھتے ہو یہ تو قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے اور نہ صرف ان کا ذکر کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے، بلکہ جو ان کے دامن سے وابستہ ہو گیا اس کا بھی ذکر کیا۔۔۔۔۔ اصحاب کہف کا واقعہ، سگ اصحاب کہف جو اُن کے ساتھ ہو گیا، ہم تو گتے کو مارتے دھتکارتے ہیں کوئی پیار نہیں کرتا، مگر اللہ نے اُس گتے سے پیار کیا جو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ہو گیا، حالانکہ وہ انبیاء نہیں تھے، یہ اللہ کے نیک بندے تھے، گتے اُن کے ساتھ لگ گیا، قرآن کریم نے اس گتے کا کس پیار سے ذکر کیا۔

”وَ كَلْبُهُمْ بِأَسِطٍ ذِرَاعِيهِ بِالْوَصِيدِ“ (۱۸/کہف/۱۸)

(اور ان کا کتا غار کے دہانے پر کلابیاں پھیلائے بیٹھا ہے)

ایک چیز جس کا ذکر محبت سے کیا جاتا ہے۔۔۔ ایک چیز جس کا ذکر بغیر محبت کے اور اگر یہ کہا جائے کہ کتابیٹھا ہوا ہے اس سے کوئی محبت ظاہر نہیں ہو رہی۔۔۔ فرمایا وہ کتابیٹھا کے چوکھٹ پر بیٹھا ہے کلائیوں پھیلائے۔۔۔ جب ”کلائیوں پھیلائے“ تو۔۔۔ فرمایا! اُس سے معلوم ہوتا ہے کس پیار سے بیٹھا ہے۔۔۔ اللہ نے ذکر فرمایا۔۔۔ اللہ نے اپنے محبوبوں کا ذکر کیا، محبوبوں سے نسبت رکھنے والوں کا ذکر کیا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو کیوں منع کرتے ہیں؟۔۔۔ جو ذکر کو منع کرتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، یہ ذہن میں رکھیں۔۔۔

ابلیس نے اللہ کے آگے سجدہ کرنے سے انکار نہیں کیا اور اب بھی نہیں کرتا، ایک صاحب سے میں نے پوچھا کہ ابلیس نے کون سا گناہ کیا کہ اس کو سزا ملی؟۔۔۔ آپ منع کرتے ہیں غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اور اُس کی تعظیم کرنے کو یہ تو شیطان نے کیا تھا۔۔۔ اللہ نے تو غیر اللہ کے آگے جھکایا تھا، نہ جھکنے پر وہ مارا گیا، اس نے اللہ کا انکار نہیں کیا، اب بھی نہیں کرتا، آپ کے خیال کے مطابق اُس کو تو انعام ملنا چاہیے تھا، انعام کی بجائے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کو ہمیشہ کے لیے مردود کر دیا۔۔۔

معلم الملکوت۔۔۔ ایسا اُستاد کہ دنیا میں ایسا اُستاد نہیں ملے گا۔۔۔ شاگرد ایسے کہ دنیا میں ایسے شاگرد نہ ملیں گے۔۔۔ ایک آن میں اوپر سے نیچے گرا دیا گیا، صرف بے ادبی کی وجہ سے۔۔۔ گستاخیاں کرنے والے ہر گلی کوچے میں بے ادبی کرتے پھرتے ہیں اللہ اور اللہ کے حبیب کی۔۔۔ شیطان کا قصہ سورہ بقرہ میں اس لیے بیان فرمایا تاکہ عقل آجائے انسان کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب میں باادب رہے، حدیث شریف میں فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح بیٹھتے تھے سر جھکائے جس طرح ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں، اپنا حال خود دیکھ لیں۔۔۔



(۴)

الحمد لله السميع المجيب و الصلوة حبيبہ الشفیع  
النجیب و علی الہ واصحابہ مع الحیب اللیب

اما بعد

فاعوذ بالله من الشطین الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا  
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (۱۵۳/۱ انعام/۶)

صدق اللہ مولینا العظیم

فقیر سے پہلے مولانا جاوید اقبال مظہری ذی مدظلہ نے خطاب فرمایا اور اس کے  
بعد مولانا سیف الرحمن نے خطاب فرمایا۔۔۔

مولانا جاوید اقبال مظہری نے اپنے خطاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
رحمت کا ذکر فرمایا اور وہ آیت کریمہ پیش کی جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

”کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر ساری عالمین

کے لیے“ (۱۰۷/۱ انبیاء/۲۱)

مولانا جاوید اقبال مظہری نے یہ بھی کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت  
سے رحمت ہیں جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے نور کو اپنے نور سے پیدا  
فرمایا۔۔۔ حدیث نور مشہور ہے جو مصنف عبدالرزاق سے علماء کرام صدیوں سے نقل

کرتے چلے آ رہے ہیں۔۔۔ اس میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ:-

اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا چیز تخلیق کی؟۔۔

تو آپ نے فرمایا:

”سب سے پہلے اللہ نے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا“

یہ حدیث پاک بڑی طویل ہے۔۔۔ پھر اُس نور سے کتنے کتنے گئے۔۔۔ ان سے کیا تخلیق فرمایا؟۔۔۔ پھر اُس نور کے کتنے کتنے گئے۔۔۔ پھر کتنے کتنے گئے۔۔۔ پوری کائنات تخلیق فرمائی۔۔۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے اور کائنات کی تخلیق کا سبب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔۔۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ذرہ کے لیے رحمت ہیں۔۔۔ کوئی ذرہ نہیں ہے۔۔۔ کائنات کی کوئی ایسی شے نہیں ہے۔۔۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نہ ہو۔۔۔ جو آپ کے رحمت سے فیضیاب نہ ہو۔۔۔ دوسری بات مولانا جاوید اقبال مظہری نے فرمائی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو و درگزر کی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:-

”خُذِ الْعَفْوَ“ معاف کرنا عادت بنا لیں۔۔۔ اور آپ نے ایسا معاف کیا۔۔۔ ایسا معاف کیا۔۔۔ سب کو معاف کیا۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہ لیا۔۔۔ اب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کریں اور اپنے کردار کا جائزہ لیں، ہمارا حال کیا ہے۔۔۔ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا دم بھرتے



ہیں۔۔۔ محبت کا دم بھرتے ہیں، لیکن بدلہ لینے کے عادی ہیں۔۔۔ انتقام لینے کے عادی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان بکے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔“

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:-

”مارنا تو بڑی بات ہے مارنے کے لیے کبھی ہاتھ تک نہیں اٹھایا“

یہ سرکار کی شان تھی، جتنے بھی جانی دشمن تھے، سب کو معاف فرمایا۔۔۔۔۔ ایک جانی دشمن کا ذکر کیا، سراقہ بن جشم جس کو سواونٹوں کی لالچ دی گئی تھی۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے اور جیسا کہ مولانا اقبال مظہری صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حملہ کرنا چاہا۔۔۔۔۔ پھر سرکار نے معاف کیا۔۔۔۔۔ پھر حملہ کرنا چاہا۔۔۔۔۔ پھر معاف کیا۔۔۔۔۔ پھر حملہ کرنا چاہا۔۔۔۔۔ پھر معاف کیا۔۔۔۔۔ یہاں تک فرمایا، لیکن بات آگے بھی ہے اور آگے یہ ہے کہ اُس سراقہ نے یہ کہا کہ اگر آپ فاتحانہ انداز سے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے تو اس وقت مجھے کوئی نہیں چھوڑے گا، لہذا آپ مجھے معافی نامہ لکھ کر دے دیں۔۔۔۔۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر دے دیا معافی نامہ۔۔۔۔۔ کوئی ہے ایسا جو اپنے قاتل کو معافی نامہ لکھ کر دیدے، کوئی ایسا بھی نہیں ہے کہ زبانی معاف کر دے، قتل کرنا معمولی بات نہیں ہے، ہم کو ذرا سی ایذا پہنچتی ہے، ہم بدلہ لینے کے لیے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ عفو و درگزر کی خوبی ہماری سیرت سے اور ہمارے

کردار سے نکل چکی ہے، شاذ و نادر ہی کوئی ملے گا کہ معاف کر دے اور اہل اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف کر دیتے ہیں، حضرت سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

”مردانگی یہ ہے کہ دوسروں کا حق دے دیا جائے اور اپنے حق کا مطالبہ نہ کیا جائے۔“

اللہ اکبر! ”دوسروں کا حق دے دیا جائے اپنے حق کا مطالبہ نہ کیا جائے“۔۔۔۔۔ ایسا کوئی ملے گا؟۔۔۔۔۔ حق لینے والے ملتے ہیں، اپنا حق معاف کرنے والے نہیں ملتے۔۔۔۔۔ معاشرے کی تربیت۔۔۔۔۔ معاشرے کی ترقی۔۔۔۔۔ معاشرے کا فروغ۔۔۔۔۔ انہی اداؤں سے ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عطا فرمائی ہیں۔۔۔۔۔ ان اداؤں سے اور ان اخلاق سے ہم دور ہوتے جا رہے ہیں، تو سراقہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف معاف کیا بلکہ لکھ کر دیا اور ایک اور ارشاد گرامی ہے وہ توجہ کے قابل ہے جس ہاتھ سے اُس نے تلوار چلائی۔۔۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”ایک وقت آئے گا قیصر و کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں پہنائے جائیں گے۔“

انداز تو لگائیں آپ، قیصر و کسریٰ کے کنگن ایران کے بادشاہ ہوں کے کنگن تیرے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے اور وہ وقت بھی آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب ایران سے غنیمت کا مال آیا تو اُس میں کنگن بھی تھے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سراقہ آؤ، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو پورا کروں، آپ نے کنگن پہنائے اُس کے ہاتھ میں۔۔۔۔۔ یہ مثالیں ہمارے سامنے اسی لیے ہیں تاکہ ہم ان کی پیروی کریں، جیسا کہ ابھی حضرت سیف الرحمن صاحب سے یہ آیت کریمہ سماعث فرمائی:-



لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ  
اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا)

بعض لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کو شرک سمجھتے ہیں،  
معاذ اللہ!۔۔۔۔ اللہ سے محبت کرو، بس اللہ کی طرف توجہ کرو۔۔۔۔ یہ نہیں  
دیکھتے کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کیا فرما رہا ہے، ہر اس چیز سے نفی جو  
ہمارا دل کھینچتی ہے۔۔۔۔ والدین کی محبت دل کھینچتی ہے۔۔۔۔ بھائیوں کی محبت  
دل کھینچتی ہے۔۔۔۔ ازواج کی محبت دل کھینچتی ہے۔۔۔۔ رشتہ داروں کی محبت  
اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔۔۔۔ دولت کی محبت اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔۔۔۔  
دوکان کی محبت اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔۔۔۔ زمین اور جاگیر کی محبت اپنی  
طرف متوجہ کرتی ہے۔۔۔۔

اللہ نے فرمایا کہ تم کو اگر اللہ و رسول سے زیادہ ان چیزوں سے محبت ہے، تمہیں  
اپنے والدین سے محبت ہے۔۔۔۔ تمہیں اپنی ازواج سے محبت ہے۔۔۔۔  
یا۔۔۔۔ دولت سے محبت ہے۔۔۔۔ یا۔۔۔۔ دوکان سے محبت ہے۔۔۔۔ یا۔۔۔۔  
یجاگیر سے محبت ہے، تو انتظار کرو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم پر اپنا حکم نازل کرے یعنی  
عذاب نازل کرے۔۔۔۔ تو ہماری مصیبتوں کی وجہ کیا ہے؟۔۔۔۔ مصیبت کی وجہ یہی  
ہے کہ اس ارشاد سے دور ہوتے جا رہے ہیں، جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں  
فرمایا، یہ تو اللہ کا ارشاد ہے اس آیت کریمہ میں بھی۔۔۔۔ جو فرمایا:۔۔۔۔

”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ  
اللَّهُ (آل عمران ۳۱)

(اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو  
میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، محبت الہی کا وسیلہ ہے۔۔۔ اللہ کی محبت کا معیار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ سے محبت نہ کرتا ہو۔۔۔ اور ہاں، جو اللہ سے محبت کرتا ہے اُس کے متعلق کہا نہیں جاسکتا کہ وہ حضور ﷺ سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔۔۔ ان دونوں محبتوں میں یہ فرق ہے کہ جو صرف اللہ سے محبت کرتا ہے اُس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے یا نہیں کرتا۔۔۔ لیکن جو حضور سے محبت کرتا ہے وہ اسی لیے محبت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول اور اللہ کے محبوب ہیں، موٹی سی بات ہے کسی عقل و دنیاوی اور حکمت کی ضرورت نہیں ہے تو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے، یقیناً وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور جو اس محبت کرنے والے سے بدگماں ہوتا ہے وہ بڑی بدگمانی میں مبتلا ہوتا ہے جس کو قرآن کریم نے فرمایا ہے:-

”تم بدگمانی کر کے یہ چاہتے ہو کہ تم مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ“۔۔۔ اور ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مسلمانوں سے بدگماں ہیں ان کے لیے قرآن کریم نے فرمایا کہ جو بدگمانی کرتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائیں، بہر حال تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، کائنات کے ایک ایک ذرہ کے لیے۔۔۔ آپ کی محبت اور آپ کی اطاعت وسیلہ ہے محبت الہی کا اور ہمارے مولانا سید علم الدین شاہ صاحب نے جو تقریر فرمائی اور یہ آیت کریمہ پڑھی، اللہ نے فرمایا!

”مجھ سے محبت کرو اور میرے حنیب سے محبت کرو“۔۔۔ محبت کب ہوتی ہے جب کوئی خوبی ہوتی ہے اور ہم یہ کہیں جائیں کہ کسی میں یہ بھی نہیں ہے، یہ بھی نہیں ہے، یہ بھی نہیں ہے تو آپ خود فرمائیں کون محبت کرے گا؟۔۔۔ جس محبت کا مطالبہ

کیا جا رہا ہے وہ قائم ہو ہی نہیں سکتی، وہ مستحجب قائم ہوگی جب ہمارے فضائل و کمالات جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں وہ سزا کار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کئے جائیں تسلیم کئے جائیں، جو تسلیم نہیں کرتا وہ محبت میں کمال حاصل کر ہی نہیں سکتا، اصل چیز جس سے محبت ہوتی ہے وہ فضائل ہیں اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فضائل بیان کئے، کمالات بیان کئے، قرآن کریم میں تاکہ ان کمالات کو دیکھ کر، ان فضائل کو دیکھ کر خود بخود انسان کی توجہ سرکار کی طرف ہو جائے، اسی لیے قرآن کریم میں فرمایا جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لیے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حضور سے!

”فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ“ (۱۵۷/اعراف/۷)

(تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں)

جو اس پر ایمان لائیں۔۔۔۔۔ وعزروہ۔۔۔۔۔ اس کی تعظیم کریں، تعظیم سے ہی معلوم ہوتا ہے تعلق، کوئی آیا ہے اس کے لیے آپ کھڑے ہوتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، دونوں کا تعلق معلوم ہوتا ہے، وہ آیا بیٹھ گیا، دیکھنے والے سمجھیں گے کہ آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔۔ تعظیم محبت کا پہلا درجہ ہے کہ ہم دیکھ لیتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان محبت ہے، تعظیم سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن ابھی تعظیم کرنے والا محبت میں کامل نہیں ہے، فرمایا:۔

”فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ“ (۱۵۷/اعراف/۷)

(تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں)

اور دوسرا درجہ کیا ہے تعظیم کے بعد، دوسرا درجہ ہے فداکاری کا۔۔۔۔۔ دوسرا درجہ ہے جان نثاری کا۔۔۔۔۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فداکاری و جان نثاری کا حق ادا کیا۔۔۔۔۔ جان و مال، آل و اولاد، ماں باپ سب کچھ قربان کر دیا اور آخر میں فرمایا:۔

”وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ لِأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُفْلِحُونَ (۱۵۷/۱۶۱/۱۷۱)“

(اور اُس نور کی پیروی کریں جو اُس کے ساتھ اُترا وہی  
بامراد ہوئے)

یعنی آپ کی پیروی کریں اور قرآن کریم کی پیروی کریں، اپنی آرزوؤں اور  
تمناؤں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں۔۔۔۔۔ وہی چاہیں جو اللہ  
چاہے۔۔۔۔۔ وہی چاہیں جو حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں۔۔۔۔۔ اُن کی اپنی  
چاہت ہو ہی نہیں، مقام رضا یہی ہے کہ انسان اپنی چاہت کو اپنے حبیب کی چاہت پر  
قربان کر دے۔۔۔۔۔ ہم قربان نہیں کرتے۔۔۔۔۔ ہم اپنی آرزوئیں پیش کرتے ہیں،  
میری آرزو یہ ہے، میرے لیے یہ دعا کریں۔۔۔۔۔ کوئی یہ دعا نہیں کراتا کہ دعا یہ کریں  
کہ میں اللہ کی رضا پر راضی رہوں۔۔۔۔۔ میں حبیب کریم کی رضا پر راضی  
ہوں۔۔۔۔۔ تو اصل دعا یہ ہے، اصل ایمان یہ ہے کہ مسلمان حبیب کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی رضا پر راضی رہے۔۔۔۔۔ تو جو تعظیم نہ کرے اور پھر کہتا پھرے کہ میں محبت کرتا  
ہوں، وہ دعوے میں سچا نہیں۔۔۔۔۔ جو جان نثاری اور فداکاری کا حق ادا نہیں کرتا اور  
پھر بھی یہ کہتا ہے کہ محبت کرتا ہوں وہ بھی دعویٰ میں سچا نہیں ہے۔۔۔۔۔ جو اطاعت نہیں  
کرتا اور کہتا ہے کہ میں محبت کرتا ہوں وہ بھی اپنے دعویٰ میں سچا نہیں، تو محبت کا دعویٰ  
تب ہی سچا ہوگا۔۔۔۔۔ عشق کا دعویٰ جب ہی سچا ہوگا جب ہم حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و مال فدا کریں اور  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا اُس کی تعمیل کریں۔۔۔۔۔

فقیر سے پہلے جو تقاریر ہونیں یہ اُن پر مختصر تبصرہ تھا، وقت کم ہے اس لیے فقیر  
نے جو آیت کریمہ تلاوت کی، مختصر عرض کروں گا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ --- اور یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو۔۔۔۔۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ --- اور، اور راہیں نہ چلو۔۔۔۔۔ فَتَفْرَقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ --- کہ تمہیں اس کے راہ سے جدا کر دیں گی۔

اگر اور راہوں پر چلو گے تو تمہیں جدا کر دیں گی، ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک خط مستقیم کھینچا۔۔۔۔۔ فرمایا یہ صراط مستقیم ہے، پھر دائیں، بائیں بہت سے خط کھینچے، فرمایا! یہ وہ راستے ہیں جو شیطان نے بنا لیے ہیں۔۔۔۔۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

”سیدھے راستہ پر چلو“۔۔۔۔۔ اس میں ایک بات توجہ کے قابل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کرم پر کرم فرمایا، پہلے فرمایا:-

”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ (۴/۱۲۱/۹۵)

(بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا)

ساری مخلوق پیدا کی کسی کے لیے نہیں فرمایا۔۔۔۔۔ مخلوقات میں انسان کے لیے فرمایا کہ ہم نے بہترین ساخت میں پیدا فرمایا اور ایک ایک چیز کی طرف متوجہ کیا!۔

”أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ لَوْ لِسَانًا وَ شَفَتَيْنِ“ (۸-۹/البلد/۹۰)

کیا ہم نے انہیں آنکھیں نہیں دی۔۔۔۔۔ اُس کو زبان نہیں دی۔۔۔۔۔ اُس کو ہونٹ نہیں دیئے۔۔۔۔۔ کیسا حسین و جمیل انسان بنایا اور وہی انسان جب اس ویرانے میں آیا، اس کائنات کے اندر۔۔۔۔۔ نہیں معلوم کدھر جانا ہے۔۔۔۔۔ جنگل میں آپ



جائیں۔۔۔ صحرا میں آپ جائیں، راستہ نہ ہو تو آپ حیران ہونگے کہ میں کہاں جاؤں، کدھر جاؤں؟۔۔۔۔۔ یہ اللہ نے کرم فرمایا کہ ہم کو سیدھی راہ دکھا دی بلکہ سیدھی راہ پر چلا دیا۔۔۔۔۔ اب تو ہمیں سیدھی راہ معلوم ہے۔۔۔۔۔ لیکن غور کریں کہ ایسا عالم ہے کہ ایسی دنیا ہے، جہاں کوئی راستہ نہیں ہے، ادھر دیکھتے ہیں راستہ نہیں۔۔۔۔۔ ادھر دیکھتے ہیں راستہ نہیں۔۔۔۔۔ انسان حیران ہے کہ میں کہاں جاؤں؟۔۔۔۔۔ دنیا میں آتو گیا ہوں مگر میں جاؤں کدھر؟۔۔۔۔۔ اللہ نے فرمایا! ”یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس راستہ پر چلو“۔۔۔۔۔ یہ سیدھا راستہ ہے اور وہ سیدھا راستہ دکھانے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔۔۔

”وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ (مومنون/۴۳)

(اور بے شک تم انھیں سیدھی راہ کی طرف بلا تے ہو)

اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس صراط مستقیم پر چلاتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ اسی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ کے بغیر سیدھی راہ کا ملنا ممکن نہ تھا، اقبال نے سچ کہا۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاور نہیں  
 راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کارِ حیات  
 فکر بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد  
 سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تاری حیات  
 خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر  
 گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرارِ حیات

عجیب بات یہ کہی کہ اس کائنات کے اندر گتھیاں ہیں سلجھانے کے لیے۔۔۔۔۔  
 وہ سلجھ نہیں پاتیں، حکماء سلجھا رہے ہیں سلجھ نہیں رہیں۔۔۔۔۔ سیاست دان سلجھا رہے  
 ہیں سلجھ نہیں رہیں اور سب ہی سلجھا رہے ہیں سلجھ نہیں رہیں۔۔۔۔۔ کس طرح سلجھے  
 زندگی کی گتھیاں؟۔۔۔۔۔

”گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات“

بے شک جب تک وحی ہماری رہنمائی نہ کرے۔۔۔۔۔ جب حضور اکرم صلی  
 اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی نہیں کریں تو ہم چل ہی نہیں سکتے اور اُن کی رہنمائی میں ہم  
 چلیں گے تو یقیناً منزل تک پہنچیں گے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ منزل تک نہ پہنچیں۔۔۔۔۔  
 راہیں تو سب سجھا رہے ہیں مگر وہ۔۔۔۔۔ فتفرق بکم عن سبیلہ ”سیدھی راہ سے  
 بے راہ کر دیں گی“۔۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدھی راہ دکھا کر انسان کو تلاش اور  
 تجربے کی محنت سے محفوظ فرمایا، یہ بڑا احسان ہے۔۔۔۔۔ کیا سوچیں کیا نہ  
 سوچیں؟۔۔۔۔۔ کیا کہیں کیا نہ کہیں؟۔۔۔۔۔ کیا کھائیں کیا نہ کھائیں؟۔۔۔۔۔ کیا پیئیں  
 کیا نہ پیئیں؟۔۔۔۔۔ سب کچھ بتا دیا اگر نہ بتایا جاتا کہ سیدھا راستہ کہاں ہیں تو کیا  
 ہوتا؟۔۔۔۔۔ جیسے معاش کے لیے ہم کو نہیں بتایا، عقل معاش دے دی۔۔۔۔۔ یہ نہیں  
 بتایا کہ کہاں جانا ہے، بس اتنا بتا دیا۔

”وَ اَنْ لَّيْسَ لِيْ لَیْلًا نُّسَانَ الْاَمَّاسَعِي“ (۵۳/۱/۳۹)

(اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش)

کوشش کرو اور معاش حاصل کرو۔۔۔۔۔ لیکن صراط مستقیم کے لیے یہ نہیں کہا کہ  
 کوشش کرو، صراط مستقیم حاصل کرو۔۔۔۔۔ پہلے سے ہی سیدھی راہ بتا دی، یہ اُس کا کرم  
 ہے، پہلے سے اُس نے بتا دی اور تجربے اور تلاش کی محنت سے بھی ہمیں محفوظ فرمایا اور

وہ باتیں ہمیں بتادیں کہ انسان اگر محنت کرے تو صدیوں میں معلوم ہوں۔۔۔۔۔ وہ باتیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ (۱۴) سو سال سے پہلے بتائیں ہیں اب سائنس دان بھی تحقیق کر رہے ہیں، فلسفی بھی تحقیق کر رہے ہیں، سب تحقیق کر رہے ہیں، چودہ سو سال کا سفر طے کرنے کے بعد پھر وہ معلوم ہو رہی ہیں، جو انسان یہ کہتا ہے کہ ساری باتیں میں عقل سے سمجھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ بے شک عقل میں یہ باتیں سمجھ میں آجائیں گی ہے، لیکن چودہ سو برس کے بعد سمجھ میں آئیں گی، عمل کرنے کے لیے زندگی کہاں سے لائیں؟۔۔۔۔۔ چودہ سو برس چاہئیں۔۔۔۔۔ یہ اللہ کی عنایت نہیں ہے اور اللہ کے حبیب کا کرم نہیں ہے تو اور کیا ہے۔۔۔۔۔

ایک واقعہ عرض کروں، وقت کافی ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ لیکن پہلے یہ بات بتا دوں کہ بعد میں واقعہ عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔۔۔۔۔ سیدھا راستہ ہمیں جسموں کے لیے بھی سیدھا راستہ چاہیے۔۔۔۔۔ دماغ کے لیے بھی سیدھا راستہ چاہیے۔۔۔۔۔ روح کے لیے بھی سیدھا راستہ چاہیے۔۔۔۔۔ دل کے لیے بھی سیدھا راستہ چاہیے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے ہادی مقرر کر دیئے۔۔۔۔۔ جسم کے لیے والدین ہیں۔۔۔۔۔ دماغ کے لیے استاد ہیں۔۔۔۔۔ دل اور روح کے لئے مرشدین ہیں وکالمین ہیں، وہی انسان کو راہ پر لگاتے ہیں، یہ اللہ کا کرم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمادیں۔۔۔۔۔ یہ آسانیاں ہمارے جسم کی تربیت کے لیے بھی ہیں۔۔۔۔۔ دماغ کی تربیت کے لیے بھی ہیں۔۔۔۔۔ دل کی تربیت کے لیے بھی ہیں اور روح کی تربیت کے لیے بھی ہیں۔۔۔۔۔ تو تجربے کے حوالے سے میں عرض کر رہا تھا جو بات سر کا علیہ السلام نے چودہ سو برس پہلے فرمائی، اب وہ ایک ڈاکٹر نے بیس برس تحقیق کی کہ یورپ میں کینسر کے اسباب میں بڑا سبب خنزیر کا گوشت اور خنزیر کی چربی بڑا سبب ہے تو اُس وقت سے ڈاکٹر نے یہ چیزیں کھانا



اور اکابر کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کیسے قدردان تھے  
اخلاص کے، اعلیٰ حضرت کا ایک واقعہ پیش کر کے اپنی تقریر ختم کروں گا۔۔۔

اُن کے شاگرد سیف الاسلام مولانا منور حسین علیہ الرحمہ نے بتایا، انہوں نے  
کہا کہ جس زمانے میں ہم منظر اسلام میں پڑھتے تھے بریلی میں تو اعلیٰ حضرت امیروں  
کی دعوت میں نہیں جاتے تھے، اپنی مصروفیات کی وجہ سے، اپنی مزاج کی وجہ سے،  
ایک مسکین بیوہ نے دعوت دی، اُس کی دعوت قبول کر لی، جب رات کو اس کے  
صاحب زادے لینے کے لیے آئے لائین اُن کے ہاتھ میں تھی، اعلیٰ حضرت اپنے  
دولت کدے سے نکلے۔۔۔۔۔ جب نکلے تو طلبہ نے کہا کہ رات کے وقت حضرت  
کہاں جا رہے ہیں، یہ تو کہیں نہیں جاتے، ایک طالب علم پیچھے پیچھے گیا کہ دور دور سے  
دیکھے کہ جا کہاں رہے ہیں وہ پیچھے پیچھے دیکھتا رہا کہ کہاں جا رہے ہیں، ایک جھونپڑی  
آگئی، وہاں سے ایک عورت کی آواز آئی، بیوہ بڑھیا کی۔۔۔۔۔ تیرا انتظار کر رہی تھی  
دیر میں آیا، بیٹھ جا، اعلیٰ حضرت بیٹھ گئے آپ کو درم جگر کی شکایت تھی اور اُس غریب  
کے پاس کیا تھا، بھوے کا ساگ اور باجرے کی روٹی جو اس مرض میں سخت نقصان دہ  
ہے، اُس نے بھوے کا ساگ، باجرے کی روٹی رکھ دی، اعلیٰ حضرت نے بڑے  
رغبت سے نوش فرمائی اور وہ طالب علم کہیں سے دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ یہ کیا تماشہ  
ہے، بڑھیا سے بڑھیا کھانا نوش نہیں فرماتے، آج یہ کیا نوش فرما رہے ہیں؟۔۔۔۔۔

گھر آگئے، صبح جب درس میں آئے۔۔۔۔۔ اُس زمانے میں خود درس دیا کرتے  
تھے دارالعلوم منظر اسلام میں تو طلبہ نے پوچھا، حضرت رات کو کہاں تشریف لے گئے تھے  
آپ، پہلے تو بتایا نہیں کہ، کہیں نہیں۔۔۔۔۔ کہیں نہیں، پڑھو، پڑھو۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ  
حضرت ہم نے آپ کو دیکھ لیا، آپ گئے تھے۔۔۔۔۔ آپ تو بڑے نوابوں اور بڑے بڑے  
امیروں کی دعوت میں نہیں جاتے اس کی دعوت میں کیسے چلے گئے، کیا فرمایا!

فرمایا! ”ایسی دعوتیں ہوں تو فقیر روز روز جائے“۔۔۔ اللہ اکبر!

ایسی دعوتیں ہوں تو فقیر روز روز جائے، یہ ہے اخلاص کی قیمت، یہ ہے اخلاص کی قدر۔۔۔ آج کل تو اخلاص کی قدر نہیں کرتے، جو چیز دی جاتی ہے اس کو دیکھتے ہیں کہ کتنے کی ہے۔۔۔ کوئی تحفہ پیش کیا گیا کہ کتنے کا ہے۔۔۔ کوئی لفافہ پیش کیا گیا۔۔۔ کیا ہے اس میں، بس یہی دیکھتے ہیں، کس دل سے پیش کیا۔۔۔ اس کو نہیں دیکھتے اور اللہ اور اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دل کو دیکھتا ہے۔۔۔ تو فرمایا! کہ ہم تمہاری قربانی کو نہیں دیکھتے، یہ موٹی قربانی ہے، یہ موٹی گائے ہے، ایک لاکھ کی ہے، پچاس ہزار کی ہے!

”وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ“ (۳۷/حج/۲۲)

(ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے)

ہم تو دل دیکھتے ہیں تمہارا کہ کس دل سے ہمارے سامنے یہ قربانی پیش کر رہے ہو، تو اللہ تبارک و تعالیٰ براہِ اذن محمد علی سومرو صاحب کے اس اخلاص کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور مزید عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پہ راضی رکھے اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمارے دلوں کو منور فرمائے، آمین

وما علينا الا البلاغ للمبين

(۵)

الحمد لله السميع المجيب والصلوة على حبيبه  
الشفيع النجيب وعلى اله واصحابه مع الحبيب اللبيب

اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

وَ اذْكُرْ وَا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (۵/۷۰)

صدق الله مولينا العظيم

فقیر سے پہلے اخئی الکریم مولانا جاوید اقبال مظہری ذی مدظلہ نے خطاب فرمایا اور اس خطاب میں آیت کریمہ کو عنوان خطاب بنایا:-

”وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ (۳/الحدید/۵۷)

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو)

تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔۔۔۔۔ یہ کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ یہ کیا تصور ہے کہ جو حقیقت ہے مجاز نہیں ہے، اگر انسان کے دل میں یہ بات اتر جائے کہ جہاں وہ ہے اللہ اس کے ساتھ ہے، وہ ہر گناہ سے بچ سکتا ہے اس احساس کی وجہ سے۔۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حاضر و ناظر ہے وہ دیکھ رہا ہے، کوئی خلوت ایسی نہیں ہے جہاں نہ ہو۔۔۔۔۔ کوئی خلوت ایسی نہیں ہے وہ جہاں نہ ہو۔۔۔۔۔ کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں وہ نہ ہو۔۔۔۔۔ یہ تصور گناہ سے بچانے والا ہے اور یہ تصور اضطراب کے اندر بے چینی کے اندر

سکون پہنچانے والا ہے۔۔۔۔ انسان کے دل کے اندر جب یہ بات اتر جائے کہ اللہ اس کے ساتھ ہے تو کسی پریشانی سے پریشان نہیں ہو سکتا، وہ کسی اضطراب سے مضطرب نہیں ہو سکتا، وہ کسی تکلیف سے بے چین نہیں ہو سکتا۔۔۔۔

اس سلسلے میں آپ نے دو تین واقعات کی طرف اشارہ فرمایا، ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ”قلب مطمئنہ“۔۔۔۔ غارِ ثور میں تشریف فرما ہیں۔۔۔۔ دشمن سامنے ہے کہ پیر نظر آرہے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر میں یہ فرمایا۔۔۔۔ اپنے لئے نہیں، اپنی تو جان دے چکے تھے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی تو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکے تھے، یہ جو آپ کو اضطراب ہوا وہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا!

”یا رسول اللہ! یہ تو اتنے قریب آگئے اگر وہ نیچے دیکھ لیں تو ہمیں پالیں گے“۔۔۔۔

پھر جو کچھ آپ نے فرمایا وہ قرآن کریم میں فرمایا گیا!

”لَا تَحْزَنُ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ (توبہ/۴۰)

(غم نہ کھاؤ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)

ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔۔۔۔ وہی جو اللہ نے فرمایا ہے۔۔۔۔

”وہو معکم این ما کنتم“ (الحج/۵۷)

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو)

اس کا درس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا غارِ ثور میں اُس وقت جب کہ چاروں طرف دشمنوں کی تلاش میں سرگرداں تھے عین اضطراب میں ایسے ہی نیت کر کے فرمایا!۔۔۔۔



کہ ”خوف نہ کرو، ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے“

دشمن چلے گئے تو غار ثور سے باہر تشریف لائے، ایک جگہ آرام فرمایا ابھی آرام فرما رہے تھے کہ سراقہ بن جحشم آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے سامنے آیا، یہاں غار ثور میں تو پیر نظر آ رہے تھے دشمن کے۔۔۔۔۔ لیکن یہاں تو دشمن سامنے تلوار لیے کھڑا تھا، اس کے باوجود آپ مطمئن تھے۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت اور اللہ کے غضب سے سراقہ زمین میں دھنس گیا، اُس نے توبہ کی۔۔۔۔۔ پھر زمین سے نکلا۔۔۔۔۔ پھر حملہ کیا۔۔۔۔۔ پھر زمین میں دھنس گیا۔۔۔۔۔ پھر توبہ کی۔۔۔۔۔ پھر حملہ کیا۔۔۔۔۔ پھر زمین میں دھنس گیا۔۔۔۔۔ پھر زمین سے نکلا۔۔۔۔۔ پھر توبہ کی۔۔۔۔۔ تین دفعہ توبہ کی ہر بار اُسے معاف فرمایا اور پھر آخر میں آپ نے نہ صرف معاف کیا بلکہ معافی نامہ لکھوا کر بھی دے دیا، کسی حدیث شریف میں نہیں آتا کہ آپ مرعوب ہوئے اُس حملے سے۔۔۔۔۔ بالکل طمانیت۔۔۔۔۔ بالکل سکون سے رہے اور سکون کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جس قاتل نے حملہ کیا اُس نے یہ کہا کہ آپ نے معاف تو کر دیا ہے مجھے لکھ کر بھی دے دیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا۔۔۔

کتنی طمانیت کا ماحول تھا، حالانکہ ایک انسان تلوار لے کر حملہ کر دے تو غل و شور مچ جائے، پورا علاقہ مضطرب ہو جائے لیکن یہاں کوئی اضطراب نہیں، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔۔۔۔۔ قاتل کو لکھ کر دے دیا گیا کہ ”ہمیشہ کے لیے ہم نے تم کو معاف کر دیا“۔۔۔۔۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان بھی یہی ہے، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں مولانا جاوید اقبال نے بتایا کہ آپ کو قید کیا گیا سجدہ تعظیسی نہ کرنے پر۔۔۔۔۔ جہانگیر کے دربار میں سجدہ تعظیسی کا رواج تھا، آپ کو جہانگیر بادشاہ نے جب بلایا تو آپ نے دربار میں رواج کے مطابق اس کو سجدہ نہیں کیا۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ ”سجدہ تو اللہ کے

لیے ہے انسان کے لیے نہیں ہے۔۔۔۔۔ سجدہ نہ کرنے پر آپ کو قید کی سزا دی، جس کے لیے اقبال نے کہا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

یہ شان ہے آپ کی کہ جہانگیر سامنے ہے، اُس کا دربار سجا ہوا ہے۔۔۔۔۔ وزیر و

وزراء با ادب بیٹھے ہوئے ہیں اور سب ہی ہیبت کے مارے کانپ رہے ہیں۔۔۔۔۔

یہ کیا ہم دیکھ رہے ہیں، ایک آنے والا کس شان سے آیا ہے کہ وہ سلام کرتا ہے اور سجدہ

نہیں کرتا، صاف انکار کیا۔۔۔۔۔ جہانگیر بھی حیران ہے اور وہ منہ تک رہا ہے کہ کس

شان کا یہ انسان ہے کہ میرے آگے سجدہ نہیں کر رہا۔۔۔۔۔ حکم ہوا کہ قید کر دیا جائے،

اُس قید کو آپ نے قبول کیا مگر سجدہ نہ کیا اور قید کرنے کے بعد پھر جو آپ کی خانقاہ

تھی۔۔۔۔۔ آپ کا مکان تھا۔۔۔۔۔ زمینیں تھیں۔۔۔۔۔ کتب خانہ تھا۔۔۔۔۔ سب

ضبط کر لیے، آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ جو جہانگیر کے

صاحبزادے شاہ جہاں بادشاہ کے بیٹے اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے مرشد

ہوئے۔۔۔۔۔ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط قلعہ گوالیار

تحریر فرمایا کہ جہانگیر نے آپ کے جانے کے بعد مکان بھی لے لیا، زمینیں بھی لے

لیں، کتب خانہ بھی لے لیا۔۔۔۔۔ اس خط کے جواب میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے

فرمایا جب کہ جاوید اقبال مظہری نے فرمایا کہ یہ چیزیں سب چھٹنے والی ہیں، الحمد للہ! یہ

زندگی میں ہی چھٹ گئیں، مرنے کے بعد بھی تو چھٹنے والی تھیں، تو ہمارے سامنے چھٹ

گئیں اور فرمایا!

”فکر نہ کرو، اپنی توجہ اللہ کی طرف رکھو“

اب کون انسان ایسا ہے کہ یہ سب چھٹنے اور گھربار لٹنے کے بعد مطلق غم نہ کرے اور یہ کہے کہ توجہ اللہ کی طرف رکھو، بیشک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام ہیں، جن کو کوئی مضطرب نہیں کر سکتا، جن کو کوئی بے قرار نہیں کر سکتا، جن کا کوئی سکون نہیں لوٹ سکتا، اسی لیے اللہ نے فرمایا:-

”يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ  
رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً“ (۲۸، ۲۷/ فجر/ ۸۹)

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں  
کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

اے وہ جان جو مطمئن ہے۔۔۔۔ کسی آفت سے وہ نہیں گھبراتی۔۔۔۔ کسی  
مصیبت سے وہ نہیں گھبراتی، اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔۔۔۔ اس حال میں رب تجھ  
سے راضی اور تو رب سے راضی۔ سبحان اللہ!

مولانا جاوید اقبال مظہری نے تیسرا واقعہ میرے والد گرامی مفتی اعظم ہند شاہ  
محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بتایا اور اس واقعہ کے وقت یہ فقیر بھی موجود تھا، یہ واقعہ  
آنکھوں دیکھا ہے۔۔۔۔ دہلی میں بڑی مسجد، جامع مسجد فتح پوری ہے، جس میں  
پچاس ہزار آدمی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں، شاہ جہاں کے زمانے کی بنائی ہوئی  
ہے، یہاں مفتی اعظم کے خاندان میں امامت و خطابت چلی آرہی ہے۔۔۔۔ اس  
وقت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ یہاں امام و خطیب تھے۔۔۔۔ ۱۹۴۷ء میں ہندو مسلم  
فسادات ہوئے، اُس زمانے میں یہ مسجد ہندوؤں کے زرنے میں تھی۔۔۔۔ تین  
اطراف بازار اور دکانیں۔۔۔۔ مسجد تین کے شاہی دروازے اور فسادات کی وجہ سے  
تینوں بند۔۔۔۔ جو لوگ مسجد میں رہے گئے تھے وہ سب موت کے انتظار میں کہ کس

وقت موت آتی ہے لیکن مسجد کے گوشے کے ایک حجرے میں حضرت مفتی اعظم نہایت ہی مطمئن، جو حجرے کے اندر داخل ہوتا ہے ایسا ہر سکون کہ معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ باہر قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔۔۔۔۔ بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ حدیث شریف کا مطالعہ فرما رہے ہیں اور اسی اطمینان کے ساتھ نماز پڑھا رہے ہیں۔

تیری مرضی جو دیکھ پائی ہے  
خلش درد کی بن آئی ہے

چوں کہ مفتی اعظم ہندوستان کی ممتاز ہستیوں میں تھے، حکومت ہند کو فکر دامن گیر ہوئی۔۔۔۔۔ اس نے فوجی ٹرک بھیجے کہ مسجد فتحپوری میں محبوس تمام لوگوں کو نکال کر محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔۔۔۔۔ ٹرک مسجد کے صدر دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے، حکومت کا پیغام دیا، جو لوگ موت کے انتظار میں تھے سب خوش ہو گئے، خوش خوش مفتی اعظم کے حضور حجرے شریف میں گئے اور درخواست کی کہ تشریف لے چلیں۔۔۔۔۔ فرمایا!

”آپ لوگ جا سکتے ہیں کل قیامت کے دن مولیٰ تعالیٰ نے پوچھا کہ ہم نے اپنا گھر تمہارے سپرد کیا تھا تم کس کے سپرد کر کے چلے آئے تو فقیر کیا جواب دے گا۔۔۔“

حضرت مفتی اعظم کے ان عزیزیت پسندانہ جملوں نے حاضرین میں ایمان کی وہ حرارت پیدا کی کہ سب نے بیک آواز کہا کہ ہم بھی یہاں جان دے دیں گے۔۔۔۔۔ فوجی ٹرک واپس کر دیئے، اللہ تعالیٰ نے مسجد شریف کی پوری پوری حفاظت فرمائی۔

”لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا“ (۴۰/توبہ/۹)

کا نظارا اپنی آنکھوں سے کیا۔۔۔۔۔ وهو معکم این ما کنتم (۳/حدید/۵۷)

اس کریم کو اپنے قریب محسوس کیا جائے تو کوئی مصیبت مصیبت ہی نہیں رہتی،

کوئی غم، غم ہی نہیں رہتا، مگر جو اتنا قریب ہے ہماری فکر نے اس کو دور سمجھا ہے، اُس سے ہم اتنے ہی دور ہیں، قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا:۔

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ“ (۱۲/ق ۵۰)

(اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں)

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اُس کے رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔۔۔۔ اور جانتے ہیں کہ اُس کے دل میں کیا کیا خیالات آتے رہتے ہیں۔۔۔۔ ہم جانتے ہیں۔۔۔۔ ہم اس کے رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ رگِ جان سے قریب ہے اور اُس کے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان سے قریب ہیں۔۔۔۔ فرمایا!

”الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ بِمَا عَمِلُوا قَدِيرٌ“ (۲۳/ق ۲)

(یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے)

اور مومنوں کے لیے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔۔۔۔ تو اللہ رگِ جان سے قریب اور اُس کا حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جان سے قریب۔۔۔۔ جب انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے حبیبِ کریم جان سے زیادہ قریب ہیں تو کبھی اضطراب و پریشانی قریب نہیں آسکتی۔۔۔۔ بالعموم لوگ پریشان ہوتے ہیں کبھی ملازمت کی وجہ سے پریشان ہیں۔۔۔۔ کبھی گھر کی طرف سے پریشان ہیں۔۔۔۔ کبھی کسی کی طرف سے پریشان ہیں، پریشانی تو ہر ایک کے ساتھ ہے۔۔۔۔ لیکن

انسان کے دل میں اگر یہ بات اتر جائے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے تو کبھی پریشان نہیں ہو سکتا، اُس نے وعدہ فرمایا۔۔۔۔۔ اگر مضطرب و پریشان، اضطراب و پریشانی میں ہمیں پکارے تو ہم اس کی پکار کو سنتے ہیں اور اس کی پریشانی کو رفع کرتے ہیں:-

”اَمِّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ

السُّوءَ“ (۶۲/۱ تمل/۲۷)

(وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے

برائی)

وہ اللہ جو بے قرار کی دعاؤں کو سنتا ہے۔۔۔۔۔ ویکشف السوء۔۔۔۔۔ اور اُس کی تکلیف کو رفع فرماتا ہے۔۔۔۔۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے مگر انسان معمولی معمولی چیزوں سے ڈرتا ہے۔۔۔۔۔ کبھی گوشت کے ٹکڑے سے، کبھی خون کے دھبے سے، کبھی کسی سے، کبھی کسی سے۔۔۔۔۔ جتنا انسان ان چیزوں سے ڈرتا ہے اللہ سے ڈرے تو سارے کام بن جائیں۔۔۔۔۔ کوئی جادو اثر ہی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ اثر جب ہی ہوتا ہے جب توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹتی ہے۔۔۔۔۔ ساری بات توجہ کی ہے۔۔۔۔۔ جب توجہ اللہ کی طرف سے ہٹے گی تو ساری پریشانیاں ہجوم کریں گی، جب توجہ اللہ کی طرف رہے گی تو پریشانی معلوم ہی نہیں ہوگی۔

آلام روزگار کو آسان بنا دیا

جو غم ملا اُسے غمِ جانان بنا دیا

۔۔۔۔۔ دنیا کے الم کو۔۔۔۔۔ دنیا کی مصیبتوں کو۔۔۔۔۔ محبوب کی محبت و عشق

میں ہم نے گم کر دیا۔۔۔۔۔ ایسی محبت ہمارے وجود میں چھائی ہوئی ہے کہ ہمیں کوئی

مصیبت، مصیبت نظر ہی نہیں آتی، جس کو اقبال نے کہا ہے۔

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی

خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں

زندگی کیا ہے۔۔۔۔۔ زندگی نام ہے کہ خیال بھی دیوانہ ہو جائے اور نظر بھی

دیوانی ہو جائے۔۔۔۔۔ خیال میں اللہ کے سوا کوئی نہ بے۔۔۔۔۔ اللہ اور اللہ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے محبوب۔۔۔۔۔ اور نظر میں بھی کوئی نہ بے اور خیال

میں بھی کوئی نہ سمائے۔

خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں

اور انسان کے ایمان کی یہ موت ہے کہ انسان کسی وسوسے میں مبتلا

ہو جائے۔۔۔۔۔ کسی فکر میں مبتلا ہو کہ ”اس نے مجھ پر جادو کیا ہے“۔۔۔۔۔ ”یہ میرا دشمن

ہے“۔۔۔۔۔ ”وہ میرا حاسد ہے“۔۔۔۔۔ ”یہ میرا بُرا چاہتا ہے“۔۔۔۔۔ ”اس کے بُرا چاہنے

سے میرا کام بگڑ رہا ہے“۔۔۔۔۔ یہ خیال دل سے نکال دینے چاہئیں اور اللہ کے خیال کو

اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو دل میں جمالینا چاہیے کہ انسان کے

اندرا یک تو انائی محسوس ہوتی ہے۔۔۔۔۔ جتنا اللہ تبارک و تعالیٰ سے دور ہوتے جائیں گے

۔۔۔۔۔ جتنا حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتے جائیں گے، اتنا ضعیف ہوتے

جائیں گے۔۔۔۔۔ قوی سے قوی انسان اگر دور ہو جائے تو ضعیف سے ضعیف ہو جائے

گا اور ضعیف سے ضعیف انسان بھی اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے قریب ہو تو قوی سے قوی ہو جائے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مثالیں

ہمارے سامنے ہیں۔۔۔۔۔



جو آیت کریمہ تلاوت کی اُس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (۵/۷۰)

(اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر)

یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے۔۔۔ ہم اللہ کے احسان کو یاد نہیں کرتے۔۔۔ ہم شکایتیں کرتے ہیں بالعموم آپ لوگوں کو شکایت کرتے ہوئے دیکھیں گے۔۔۔ ہمارے وجود میں اللہ کا احسان ہے، بات تو وجود سے چلتی ہے۔۔۔ ہم باہر تلاش کرتے ہیں، مکانات کو، زمین کو، کارخانے کو، دوکان کو، دفتروں کو، یہ تو بعد کی چیزیں ہیں پہلے تو انسان کا اپنا وجود ہے۔۔۔ یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اللہ نے ہم کو انسانی وجود بخشا اور ایسا وجود جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے۔۔۔ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مکمل ہے، جس کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:-

”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ (۴/۹۵)

(بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔۔۔ ایسی ساخت میں ہماری مخلوق میں کوئی نہیں۔۔۔ جیسے ہم نے انسان کو پیدا فرمایا اور سب سے بڑا احسان اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ کہ ہمیں انسانی وجود عطا فرمایا۔۔۔ پھر اسی وجود کے اندر، ہم توجہ نہیں کرتے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیسی کیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔۔۔ پہلے انسان اپنے وجود کو دیکھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیسا کرم فرمایا، خود اللہ تعالیٰ نے متوجہ فرمایا:-

”أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ“ (۹۰/۸)

(کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ)



کیا ہم نے انسان کو آنکھیں نہیں دیں۔۔۔۔ انسان کو زبان نہیں دی۔۔۔۔ انسان کو ہونٹ نہیں دیئے۔۔۔۔ اور ہونٹوں سے پیتا ہے۔۔۔۔ زبان سے بولتا ہے، چکھتا ہے، مزے لیتا ہے۔۔۔۔ آنکھوں سے دیکھتا ہے، لطف اٹھاتا ہے۔۔۔۔ پوری کائنات روشن ہے اُس کے وجود کے سامنے، آنکھیں نہ ہوں، آنکھیں پٹ ہوں تو کائنات بھی اندھیر ہو اُس کے سامنے۔۔۔۔ زبان نہ ہو اپنے دل کی بات کو ادا نہیں کر سکتا۔۔۔۔ ہونٹ نہ ہو تو کچھ پی نہیں سکتا، کوئی چیز کھا نہیں سکتا، یہ چھوٹی چھوٹی نعمتیں ہیں لیکن کتنی عظیم نعمتیں ہیں، پھر فرمایا:-

خَلَقَ الْإِنْسَانَ لَا عِلْمَهُ الْبَيَانَ (۳، ۴/الرحمن/۵۵)

ہم نے انسان کو بنایا۔۔۔۔ بولنے والا انسان بنایا۔۔۔۔ بولتا ہے گونگا نہیں ہے۔۔۔۔ پھر فرمایا:-

”الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ لَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ“

(۳، ۴/العلق/۹۶)

(جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، وہ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا)

ہم نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا وہ سکھایا جو نہ جانتا تھا۔۔۔۔ یہ اللہ نے اپنے احسانات یاد دلائے، ابھی باہر کی بات نہیں ہو رہی، ابھی اندر کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کریں، اللہ نے کیسا کرم فرمایا کہ ہمیں انسانی وجود عطا فرمایا۔۔۔۔ کیسا کرم فرمایا، ہمیں زبان دی۔۔۔۔ ہمیں آنکھیں دیں۔۔۔۔ ہمیں گویائی دی۔۔۔۔ ہمیں قلم کے ذریعے سے لکھنا سکھایا اور پھر ہمیں مسلمان بنایا۔۔۔۔ کتنی بڑی نعمت ہے، کتنا بڑا احسان ہے۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بنایا۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا، یہ کتنی بڑی نعمت ہے اس نعمت

کو ہمیں یاد کرنا چاہیے، یاد کرنے سے محسن یاد رہتا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یا نہیں کرنا چاہیے، یاد کی محفلیں نہیں سجانی چاہئیں، یہ عقل مندی کی بات نہیں ہے، عقل مندی کی بات یہ ہے کہ احسان یاد کرنے کی محفلیں سجائی جانی چاہیں اس لیے سجانی چائیں تاکہ احسان یاد رہے۔۔۔۔ ہم سندھ میں یوم اللطیف مناتے ہیں، شاہ عبداللطیف بھٹائی کا دن مناتے ہیں، چھٹی بھی ہوتی ہے، اس چھٹی سے کیا ہوتا ہے، منانے سے کیا ہوتا ہے، شاہ عبداللطیف یاد رہتے ہیں، سب کو یاد رہتا ہے کہ سندھ کے ایک عظیم بزرگ تھے، ایک عارفِ کامل تھے جن کو شاہ عبداللطیف کہا جاتا ہے ہر سال منایا جاتا ہے، یہ منانے سے محسن یاد رہتے ہیں جنہیں شاہ عبداللطیف کہتے ہیں۔۔۔

یوم آزادی منائی جاتی ہے، اس کے خلاف کوئی نہیں بولتا کہ یہ کیوں منائی جاتی ہے، آپ نے کبھی سنا ہے کبھی نہیں سنا۔۔۔۔ میلاد شریف کے بارے میں تو سنا ہوگا لیکن عجائبات میں یہ ہے کہ یوم آزادی کے بارے میں کہتے نہیں سنا ہوگا۔۔۔۔ یوم آزادی کیوں مناتے ہیں؟۔۔۔ اس لیے کہ ہمیں یوم آزادی یاد رہے تاکہ اس میں جنہوں نے جدوجہد کی اور قربانیاں دیں وہ بھی یاد رہیں۔۔۔۔ محسنین بھی یاد رہیں۔۔۔۔ شہداء بھی یاد رہیں۔۔۔۔ جنہوں نے مصیبتیں اٹھائیں وہ بھی یاد رہیں۔۔۔۔ اسی لئے ہم یوم آزادی مناتے ہیں۔۔۔۔ ہم یوم قائد بھی مناتے ہیں، وہ اسی لیے مناتے ہیں کہ قائد بھی ہمیں یاد رہیں، ہم بھولے نہیں ہیں، پوری قوم کو یاد ہے کہ قائد اعظم نے پاکستان کے لیے کوشش کی اور رہنمائی کی، بچہ بچہ جانتا ہے، کیوں جانتا ہے اس لیے جانتا ہے کہ ہر سال یوم آزادی منایا جاتا ہے، ان کا نام لیا جاتا ہے، بار بار نام لیا جاتا ہے۔۔۔۔ اس لیے وہ یاد رہتے ہیں، یہی میں عرض کر رہا ہوں کہ یاد اس لیے کرتے ہیں تاکہ محسن ہمیں یاد رہے، اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی یاد کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا حکم دیا۔۔۔۔ جاہلیت میں یہ قاعدہ تھا کہ حج ادا کر کے فارغ ہوتے تھے تو حجاج اپنے آباؤ اجداد کو

یاد کرتے تھے۔۔۔۔۔ تقریریں ہوتی تھیں، لمبی لمبی۔۔۔۔۔ جس میں آبا و اجداد کے فضائل و کمالات بیان کرتے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:-

”فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ  
آبَاءَكُمْ“ (البقرہ/۲۰۰)

(پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے  
اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے)

اسلام لانے کے بعد والی یہ بات ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے یاد دلایا کہ تم دور جاہلیت میں اپنے آبا و اجداد کو یاد کرتے تھے، اب جب تم حج سے فارغ ہو گئے تو اب اپنے آبا و اجداد کے بجائے اللہ کو یاد کرو۔۔۔۔۔ اس طرح یاد کرو، جس طرح تم اپنے آبا و اجداد کو یاد کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ زور و شور سے یاد کرو۔۔۔۔۔ اللہ کو کیوں یاد کرو تا کہ اللہ یاد رہے۔۔۔۔۔ یاد نہیں کریں گے تو یاد نہیں رہے گا اسی لیے یاد دلایا جاتا ہے تا کہ وہ یاد رہے۔۔۔۔۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی یاد کا حکم دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا کتنا اہتمام کیا، بعض لوگ یاد کرنے کو منع کرتے ہیں کیسی بد نصیبی کی بات ہے اُن کے لیے جو وہ کہتے ہیں۔۔۔۔۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتنا اہتمام کیا حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا، جو قرآن کریم میں بیان فرمایا، اللہ نے عالم و بالا میں ذکر کیا اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔۔۔۔۔ انبیاء علیہم السلام کے سامنے ذکر کیا کہ وہ تشریف لانے والے ہیں جب تشریف لائیں تو تم سب ایمان لانا ”لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“۔۔۔۔۔ یہ انبیاء الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا، قرآن کریم میں ہے۔۔۔۔۔ اور ہر نبی نے اپنی امت میں یہ اعلان کیا کہ وہ نبی آنے والا ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جب وہ آجائیں تو تم سب ان پر ایمان لانا۔۔۔۔۔ یہ ہر نبی نے فرمایا۔۔۔۔۔ کم و بیش ایک

لاکھ چوبیس ہزار انبیاء الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی اُمت کو یہ پیغام دیا جو اللہ نے ان کو پیغام دیا۔۔۔۔۔ اللہ نے یہ پیغام دیا کہ جب وہ آجائیں تو ان پر ایمان لانا۔۔۔۔۔ ہر نبی نے اپنی اُمت کو یہ پیغام دیا کہ جب وہ نبی کریم ﷺ آئیں تو ان پر ایمان لانا، ہزاروں برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل آپ کا چرچا ہوتا رہا۔۔۔۔۔ سب کو یاد ہو گئے، یہ یاد کا اہتمام آنے سے پہلے ہے، ہم تو آنے کے بعد میلاد شریف کی محفل کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محفل سجائی اس کا بھی قرآن کریم میں ذکر ہے حضور ﷺ کی یاد کی محفل سجائی اور جس میں حضور ﷺ کے نام نامی کا اعلان کیا۔۔۔

”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ  
أَحْمَدُ ط“ (٦/الصف، ٦١)

(اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف  
لائیں گے اُن کا نام احمد ہے)

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خوشخبری تم کو سناتا ہوں وہ آنے والا  
آئے گا۔۔۔۔۔ یہ تقریباً پانچ سو برس پہلے کی بات ہے۔۔۔۔۔ جن کا اسم گرامی ”احمد“  
ہوگا۔۔۔۔۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آخری مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ذکر کیا۔۔۔۔۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد سے پہلے کتنا ذکر ہو گیا اندازہ لگائیں  
۔۔۔۔۔ عالم بالا میں ذکر ہوا۔۔۔۔۔ عالم اسفل میں ذکر ہوا، ابھی آپ تشریف نہیں  
لائے لیکن آپ کا ذکر ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ عقل یہ کہتی ہے جن کا اتنا ذکر ہوا اس کائنات  
میں تو بچے بچے کو اسے جاننا چاہیے، اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے کہ سب اہل  
کتاب جانتے پہنچتے تھے، ارشاد ہوتا ہے:-

”الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

أَبْنَاءَهُمْ“ (البقرہ/۱۳۶)

( جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے

ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے )

جن پر ہم نے کتاب نازل کی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے و پہچانتے ہیں جس طرح انسان اپنے بچوں کو جانتا ہے۔۔۔۔۔ اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔۔۔۔۔ ابھی تشریف نہیں لائے ہیں کہ اتنی شہرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئی کہ بچہ بچہ جانتا تھا۔۔۔۔۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، سارے نصاریٰ۔۔۔۔۔ سارے یہودی سب جانتے تھے کہ جس کی بشارت توریت میں ہے۔۔۔۔۔ جس کی بشارت انجیل میں ہے اور جس کی بشارت زبور میں ہے وہ آچکے ہیں۔۔۔۔۔ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا کتنا اہتمام فرمایا ہے، تشریف لانے کے بعد کتنا اہتمام کیا۔۔۔۔۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کلمہ طیبہ میں آپ کا ذکر، اذانوں میں ذکر۔۔۔۔۔ نمازوں میں ذکر، قرآن کریم میں جا بجا ذکر، اذان میں ایسا اہتمام کہ چوبیس گھنٹے یاد ہوتی رہے۔۔۔۔۔ اگر سارے عالم کو آپ دیکھیں اور اوقات کا جائزہ لیں، ہمارے ہاں اذان تو ابھی ہوئی ہے تھوڑی دیر پہلے، لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے دنیا میں بے درپے اور مسلسل اذانیں ہوتی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ یہاں تو ابھی عشاء کا وقت ہے، لیکن دنیا کے ہر خطے میں لمحہ بہ لمحہ کسی نہ کسی نماز کا وقت ہوتا جاتا ہے۔۔۔۔۔ دنیا کے مختلف مقامات پر آپ دیکھیں گے تو اذان کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوتا، کیسا اہتمام کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا اور اللہ نے ہم کو حکم فرمایا:-

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَّ حُمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ط هُوَ  
خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ“ (۵۸/ یونس/ ۱۰)

(تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت اور اسی پر چاہیے  
کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے)

آپ ان سے کہہ دیں کہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر،  
قرآن کے نزول پر خوشیاں منائیں۔۔۔۔۔ خوشیاں منانے کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ کوئی کہتا  
ہے کہ خوشی نہ مناؤ، وہ نافرمانی کرتا ہے۔۔۔۔۔ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر آتا  
ہے۔۔۔۔۔ خوشیاں منانے کے انداز مختلف ہیں، کوئی کہے کہ آپ نے بلب کیوں لگائے  
اور یہ مانک کیوں لگایا ہے۔۔۔۔۔ کون سی حدیث میں آیا ہے اور قرآن میں کہاں آیا  
ہے۔۔۔۔۔ یہ تو حدیث اور قرآن میں نہیں آیا لیکن یہ تو آیا ہے کہ خوشیاں مناؤ، ہماری خوشی  
منانے کا یہ طریقہ ہے، ہم اسی طرح خوشی مناتے ہیں، اس کا حکم قرآن کریم میں موجود  
ہے۔۔۔۔۔ کھانے کا حکم قرآن کریم میں ہے، کٹلری کا حکم تو نہیں ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ چینی  
اور پلاسٹک کرا کری آپ نے کیوں استعمال کی ہے، کونسی حدیث میں آیا ہے، قرآن میں  
کہاں آیا ہے؟۔۔۔۔۔ تو آپ کہیں کہ کھانے کا حکم تو قرآن کریم میں ہے مگر کٹلری کا حکم  
نہیں ہے اس لیے ہم کھا رہے ہیں، اصل حکم ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح حکم ہے خوشیاں منانے  
کا، وہ جس انداز سے بھی منائی جائے، ہاں کوئی بات خلاف شرع نہ ہونی چاہیے۔۔۔۔۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے حضور کا ذکر  
ہوتا رہا تو ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی سنت ہے اور انبیاء الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے  
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد صحابہ کی سنت ہے اور یہ ہمارے  
اکابر کی سنت ہے، صلحاء کی سنت ہے۔۔۔۔۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عام نعمت کا ذکر کرنے کے لیے تو قرآن کریم میں حکم ہے لیکن شخصیات کا ذکر کرنے کے لیے قرآن میں حکم نہیں ہے، یہ کہیں نہیں فرمایا کہ شخصیات کا ذکر کرو مگر یہ صحیح نہیں، قرآن کریم میں نام لے لے کر فرمایا کہ اس کا ذکر کرو، اس کا ذکر کرو، فرمایا۔

”وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ“ (۳۸/ص/۴۱)

(اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو)

حضرت ایوب علیہ السلام کا نام لیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے، فرمایا!۔۔۔۔۔ کہ یاد کرو، کس کو یاد کرو؟۔۔۔۔۔ ہمارے محبوب بندے ایوب کو۔۔۔۔۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو یاد کرو اور حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، محبوب خدا کو یاد نہ کرو، کیسی عجیب و غریب بات ہے، عقل میں آنے والی بات نہیں ہے، اللہ نے فرمایا:

”وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ“ (۳۸/ص/۴۱)

ہمارے محبوب بندے۔۔۔۔۔ ہمارے ایوب کو یاد کرو۔۔۔۔۔ اُن کو بھی یاد کیا کرو، ان کے مصائب و آلام کو بھی۔۔۔۔۔ پھر ان پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کو بھی یاد کرو، جو لیا تھا اس سے دگنا عطا فرمایا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے مصائب و آلام میں ”قلب مطمئنہ“ عطا فرمایا جس کی طرف مولانا جاوید اقبال مظہری نے ارشاد فرمایا، حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں یہ احساس تھا:

”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ (۳/الحمد/۵۷)

تم جہاں ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔۔۔ اُن کی اولاد بھی لے لی گئی۔۔۔۔۔ اُن کی زمینیں بھی لے لی گئیں۔۔۔۔۔ اُن کا مال بھی لے لیا گیا۔۔۔۔۔ اُن کی صحت بھی

لے لی گئی۔۔۔۔۔ اُن کی جوانی بھی لے لی گئی، کچھ پاس نہیں ہے، بیمار ہیں، ایک اُن کی رفیقہ حیات ہیں وہ اُن کے ساتھ ہیں اور باقی کوئی نہیں ہے، فرمایا۔۔۔۔۔ یا اللہ! ”مجھے تکلیف پہنچی ہے“۔۔۔۔۔ بس یہ فرمانا تھا کہ اللہ نے فرمایا! ”زمین میں پیر مارو“۔۔۔۔۔ زمیں پر آپ نے پیر مارا اور چشمہ اُبل گیا۔۔۔۔۔ فرمایا نہالو اس سے اور پی لو اسے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے کہ جب آپ نے پانی سے نہالیا اور پانی پی لیا، تو انا و درست ہو گئے۔۔۔۔۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے صبر کا پھل یہ دیا کہ ہم نے جو لیا تھا ایوب علیہ السلام کو دگنا عطا فرمایا۔۔۔۔۔ اسی لیے فرمایا:۔

”وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ“

ہمارے محبوب بندے نے صبر کیا، ان کو یاد کرو۔۔۔۔۔ اُن کے صبر کو یاد کیا کرو۔۔۔۔۔ اُن مصائب کو بھی یاد کرو، کس طرح وہ اللہ کے قریب رہے، کس طرح انھوں نے اپنے تعلق کو قائم رکھا۔۔۔۔۔ ایک جگہ فرمایا:۔

”وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ وَاِسْحٰقَ وَ  
يَعْقُوْبَ“ (۳۵/ص/۳۸)

(اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب)

ہمارے بندوں ابراہیم کو یاد کرو۔۔۔۔۔ اسحاق کو یاد کرو۔۔۔۔۔ یعقوب کو یاد کرو، (علیہم السلام)۔۔۔۔۔ کیوں یاد کرو کہ اُن کی زندگی سے جو واقعات وابستہ ہیں ان کو یاد کرنے سے انسان کو تقویت ملتی ہے، اسی لیے فرمایا:۔

اے محبوب کریم ہم تم کو اس لیے قصے سناتے ہیں انبیاء الصلوٰۃ والسلام کے وہ

تاکہ۔۔۔۔۔



”مَا نُسِبْتُ بِهِ فُؤَادَكَ“ (۱۲۰/ہود/۱۱)

(تمہارے دل کو مضبوط کریں)

یہ محفلیں اسی لیے ہوتی ہیں اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی لیے اذکار ہوتے ہیں کہ ہمارے دل مضبوط ہوں، کوئی انسان ان محفلوں سے مایوس ہو کر نہیں جاتا، بلکہ تازہ دم ہو کر جاتا ہے، نئی زندگی لے کر جاتا ہے، اس لیے اقبال نے کہا تھا کہ ”یہ محفلیں کھیل تماشہ نہیں ہیں! یہ مسلمانوں کی زندگی بناتی ہیں۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ہے، یہاں فرمایا، ان کی قربانیاں یاد کرو۔۔۔۔۔ اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو یاد کرو۔۔۔۔۔ اور جو وہ آگ میں ڈالنے والی بات ہے اس کو یاد کرو۔۔۔۔۔ دیکھتے انکاروں کے سامنے طمانیت و سکون کا وہ عالم، اللہ اکبر!۔۔۔۔۔ ”وہو معکم این ما کنتم“۔۔۔۔۔ کی پوری تفسیر ہے کہ جب اُن کو آگ میں ڈالا جانے لگا، حدیث میں آتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا! پوچھا کہ کوئی آرزو ہے، کوئی تمنا ہے۔۔۔۔۔ فرمایا!۔۔۔۔۔ ”کوئی تمنا نہیں ہے، کوئی آرزو نہیں ہے“۔۔۔۔۔ عرض کیا! جس سے آرزو ہے اُس سے عرض کریں۔۔۔۔۔

فرمایا!۔۔۔۔۔ ”اُس سے کیا عرض کروں وہ تو دیکھتا اور جانتا ہے“۔۔۔۔۔ یہ ہے وہو معکم این ما کنتم کی شان، پھر فرمایا۔۔۔۔۔

”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ (۱۷۳/آل عمران/۳)

یہ ایک عظیم وظیفہ ہے، اتنا بڑا وظیفہ ہے جس نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا!۔۔۔۔۔ ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ پھر فوراً اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا۔۔۔۔۔

”قُلْنَا نَارُ كَوْثِي بُرْدٌ أَوْ سَلْمًا عَلَيَّ“

ابراہیمؑ (۲۹/ الانبیاء/ ۲۱)

(ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر)

اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔۔۔۔۔ ”سلامتی“۔۔۔۔۔ کا لفظ استعمال کیا اور آپ کو اس وقت اس کے حقیقی معنی معلوم ہوں گے جب کسی ٹھنڈے ملک میں جائیں گے، فقیر کوٹھ میں رہا ہے، وہاں معلوم ہوا کہ ٹھنڈ بھی عذاب ہے۔۔۔۔۔ آگ تو عذاب ہے، ٹھنڈ بھی عذاب ہے یہ وہاں جا کر معلوم ہوا۔۔۔۔۔ اللہ نے فرمایا کہ اچانک ٹھنڈی نہ ہونا، اس لیے آگ تو عذاب ہے، اچانک ٹھنڈی ہوگئی تو وہ بھی عذاب بن جائے گی۔۔۔۔۔ ”سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا“ اس طرح ٹھنڈی ہو جا کہ ان کو باغ کی ٹھنڈک محسوس ہو۔

نار دوزخ کو کیا گلزار

دوست کو یوں بچا لیا تو نے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہمارے محبوب بندوں کو یاد کرو۔۔۔۔۔

”وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ وَ اسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ“ (۲۸/ ق/ ۲۵)

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بھی ذکر فرمایا:-

”وَ اذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ“ (۲۸/ ص/ ۲۸)

(اور یاد کرو اسماعیل)

ہمارے محبوب اسماعیل کو بھی یاد کرو۔۔۔۔۔ اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں فرمایا کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا

ہوں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ کیا۔۔۔۔۔ تاریخ میں کہیں نہیں ملے گا کہ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا اس سے مشورہ کیا ہو۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ”میں نے خواب دیکھا“۔۔۔۔۔ بیٹے کی یہ شان کہ وہ بھی جانتے تھے کہ نبی کا خواب، خواب نہیں بلکہ حیات ہے، زندگی ہے۔۔۔۔۔ فرمایا!۔۔۔۔۔ ”میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تمہاری کیا رائے ہے؟“۔۔۔۔۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ:-

واذکرا سمعیل۔۔۔۔۔ اور اسماعیل علیہ السلام کو یاد کرو۔۔۔۔۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا!

”افْعَلْ مَا تَوْ مَرُّنَا سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ الصّٰبِرِيْنَ“ (۱۰۲/الصفت/۳۷)

(کچھ جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے)

کچھ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔۔۔۔۔ جو آپ کو حکم دیا گیا ہے کر گزریں، انشاء اللہ! آپ اس پر مجھے صابر پائیں گے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے۔۔۔۔۔ جب آپ قربان کرنے لگے ”تو ندا دی ہم نے کہ سچ کیا خواب تم نے اے ابراہیم“۔۔۔۔۔ اللہ نے ذبیحہ بھیجا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے ذبح کر دیا گیا۔۔۔۔۔ یہ قربانی ہے، ہر انسان اپنی قربانی دیتے جھجکتا ہے اور یہاں طمانیت و سکون کی یہ شان کہ مشورہ لیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ میدان جنگ میں تو انسان اچانک شہید ہوتا ہے، وہاں انسان حملہ کرتا ہے اور جنگ کرتا ہے اور مارا جاتا ہے۔۔۔۔۔ یہاں تو شہادت سامنے ہے اور فرما رہے ہیں کہ اللہ کی رضا پر راضی

ہوں، بلاشبہ اللہ کے محبوبوں کے ذکر سے زندگی ملتی ہے۔۔۔۔۔ تو انائی ملتی ہے۔۔۔۔۔ اس لیے ان کے ذکر و اذکار زندگی بنانے کے لیے ضروری ہیں، جو ذکر نہیں کرتا یا ذکر سننا نہیں چاہتا وہ زندگی سے محروم رہتا ہے، وہ زندہ ہوتے ہوئے زندہ نہیں۔۔۔۔۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ذکر کرنے کا حکم دیا تاکہ اللہ یاد رہے، اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یارز ہیں، فرمایا:۔

”فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ“ (۶۹/۱۱۱/۱۱۱)

(تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو)

اور اللہ کی نعمتوں کو یاد کیا کرو تاکہ تم با مراد ہو۔۔۔۔۔ نعمتوں کو یاد کرنے سے منعم یاد آتا ہے، احسان یاد کرنے سے محسن یاد آتا ہے اور جو محسن کے احسان کو یاد نہ کرنے کا حکم دے تو اُس کے متعلق آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ کیسی عجیب بات ہے۔۔۔۔۔ ایک داتا ہے جو احسان کرتا ہے، ایسا احسان جس کی کوئی نظیر نہیں۔۔۔۔۔ ”جان نعمت“ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو دیا۔۔۔۔۔ ہر امت نے اس کی آرزو کی کہ ہم کو ملے۔۔۔۔۔ ہم کو ملے۔۔۔۔۔ اللہ نے ہم کو دیا۔۔۔۔۔ اسی لیے فرمایا کہ:۔

”ہم نے مومنوں پر احسان کیا کہ اپنا محبوب اُن کو عطا فرمایا“ (۱۲۴/۱۱۱/۱۱۱)

اللہ احسان جتائے اور اللہ احسان بیان کرنے کا حکم دے۔۔۔۔۔ اور کوئی انسان کھڑا ہو کر کہے کہ نہیں نہیں اس کا بیان نہ کرو۔۔۔۔۔ اس کا ذکر نہ کرو۔۔۔۔۔ جو منع کرتا ہے اُس کو خود سوچنا چاہیے کہ میں کیا کہہ کر رہا ہوں، میں کیا کر رہا ہوں!۔۔۔۔۔ یہ تو اللہ کا سامنا کرنے والی بات ہے، یہ ہمارے کہنے والی بات نہیں ہے، یہ منع کرنے والے کے سوچنے کی بات ہے۔۔۔۔۔ یہ تو وہی سرکش انسان کہہ سکتا ہے جو اللہ کے سامنے کھڑا ہو کہ اللہ تو کہتا ہے یاد کرو اور میں کہتا ہوں کہ یاد نہ کرو! (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ!)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اطاعت اور اپنے  
محبوبوں کے دامن سے وابستگی عطا فرمائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل  
کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔۔

اس مجلس کے بانی ہمارے مخلص بھائی محمد علی سومرو کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں  
نے ہم کو بھی ثواب میں شریک کیا، آپ کو بھی ثواب میں شریک کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے  
اس محفل کو اپنے کرم سے قبول کیا۔۔۔۔۔ جو بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے  
ہو وہ رد ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔۔۔ اسی لیے کہتے ہیں دعا کی جائے تو اول و آخرتین مرتبہ  
درود شریف پڑھ لیا جائے، کیوں اس لیے کہ اول کا درود شریف بھی قبول کیا جائے گا اور بعد  
کا درود شریف بھی قبول کیا جائے گا۔۔۔۔۔ تو اس کے کرم سے اُمید نہیں ہے کہ اول و آخر کا  
قبول کرے اور بیچ کا قبول نہ کرے، وہ بھی قبول کر لیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ تبارک و تعالیٰ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

## تحدیثِ نعمت

مورخہ ۲۷/۱۱/۱۳۲۸ھ/۱۲/اگست ۲۰۰۷ء کراچی میں جناب محمد محمود خاں صاحب کے ہاں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوئی جس میں حضرت مسعود ملت دامت برکاتہم العالیہ کے علاوہ مولانا جاوید اقبال مظہری مدظلہ العالی اور پروفیسر سید مقصود علی صاحب نے خطاب فرمایا، مولانا جاوید اقبال مظہری نے آیت کریمہ!

”سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ  
الْحَرَامِ اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا“ (۱۱/اسراء/۱۷)

کو عنوان بنایا اور پروفیسر سید مقصود علی صاحب نے آیت کریمہ!

”وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ  
مُّؤْمِنِیْنَ“ (۳/آل عمران/۳۹)

کو اپنے خطاب کا عنوان بنایا اور حضرت مسعود ملت نے اس آیت کریمہ پر اظہارِ خیال فرمایا:-

”وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ“ (۲/بقرہ/۲۳۱)

سب سے پہلے حضرت مسعود ملت نے مولانا جاوید اقبال مظہری اور پروفیسر سید مقصود علی صاحب کی تقاریر کے بعض نکات پر روشنی ڈالی، اس کے بعد اصل موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کی عام ناشکری کا ذکر کیا مثلاً بارش نہ ہوتو ناشکری اور بارش ہوتو ناشکری۔۔۔۔۔ پہلے یہ شکایت کہ خشک سالی ہو رہی ہے پھر یہ شکایت کہ

مکان گر رہے ہیں، لوگ مر رہے ہیں۔۔۔۔۔ شکر کا ایک لفظ نہیں، اخبارات پڑھیں  
 آپ کو وہی کچھ نظر آئے گا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے احسانات کی طرف متوجہ کیا  
 اور فرمایا۔۔۔۔۔ ہم نے تم کو شکم مادر سے پیدا کیا تم تو کچھ بھی نہ جانتے  
 تھے۔۔۔۔۔ ہاتھ عطا فرمائے، آنکھیں عطا فرمائیں، دل عطا فرمایا کہ کہیں تم شکر  
 ادا کرو۔۔۔۔۔

”وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ  
 شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَاَلْاَبْصَارَ وَاَلْاَفْئِدَةَ  
 لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ“ (۷۸/ نحل/ ۱۶)

پھر کرم پر کرم فرمایا کہ مسلمان بنایا۔ ہو ستمکم المسلمین (۷۸/ حج/ ۲۲) یہی  
 نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے جو امت کو عطا نہیں کئے گئے۔۔۔۔۔  
 لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (۲۳/ آل عمران/ ۳)۔۔۔۔۔ اور مزید  
 کرم یہ فرمایا کہ آپ کی امت کو سب امتوں سے افضل و بہتر فرمایا۔۔۔۔۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ  
 اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۱۱۰/ آل عمران/ ۳)  
 اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ سارے احسانات فرمائے یہ کیسی قیامت ہے کہ ہم کسی ایک  
 احسان کا بھی شکر ادا نہ کریں۔



احسان یاد کرنے کی اہمیت و افادیت یہ ہے کہ احسان کے ساتھ احسان کرنے  
 والا بھی یاد رہتا ہے اور اس کا پیغام بھی۔۔۔۔۔ ہم یوم آزادی مناتے ہیں، ہم یوم قائد  
 مناتے ہیں، ہم یوم اقبال مناتے ہیں، ہم یوم لطیف مناتے ہیں۔۔۔۔۔ یاد رکھنے کے  
 لیے مناتے ہیں اگر نہ منائیں تو بھول جائیں، کوئی یاد کرنے والا بھی نہ

ہو۔۔۔۔۔ مسلمانوں کا اپنے ماضی کو بھول جانا قیامت ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا حکم دیا کہ زندگی نبی رہے۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو حکم دیا جو حج ادا کرنے کے بعد اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے تھے اور زور شور سے تقریریں کرتے تھے۔۔۔۔۔ فرمایا جب حج کر چکو تو اللہ کو اسی طرف یاد کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ زور شور سے۔۔۔۔۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مِّنَا سِكِّتُمْ فَادْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشْدَّ ذِكْرًا (۲۰۰/ آل عمران ۳)۔۔۔۔۔

دوسری جگہ فرمایا۔۔۔۔۔ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے! وَلِذِكْرُنَا لَهُ الْكِبْرُ (۲۵/ عنکبوت/ ۲۹)۔۔۔۔۔ یعنی اللہ کی یاد سب یادوں سے افضل ہے یا اللہ کا ذکر سب اذکار سے افضل ہے۔۔۔۔۔ اور اللہ کا ذکر کیا ہے؟۔۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ (۵۶/ احزاب ۳۳)۔۔۔۔۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سب یادوں سے افضل ہے کیوں کہ اس کی فضیلت و بزرگی یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر ہے۔



اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔۔۔۔۔ فَاذْكُرُوا الْاٰهَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۶۹/ اعراف ۷)۔۔۔۔۔ ہماری بد نصیبی کہ اللہ کی نعمتوں کو فراموش کرتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ اللہ کے محبوب بھی اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص محبوبوں کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ ایک جگہ فرمایا! ہمارے خاص بندوں ابراہیم، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کرو (۲۵/ ص ۳۸)

دوسری جگہ فرمایا ابراہیم، یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کو یاد کرو۔۔۔۔۔ وَاذْكُرْ اِسْمٰٓئِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْکِفْلِ (۲۸/ ص ۳۸)۔۔۔۔۔ تیسری جگہ فرمایا! وَاذْكُرْ



عَبْدَنَا أَيُّوبَ (۴۱/ص ۳۸)۔۔۔۔۔ ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو۔۔۔۔۔ ان ساری  
 یادوں میں ہمارے لیے ایثار و قربانی اور صبر و تحمل کے اسباق ہیں۔۔۔۔۔ غور کرنے کا  
 مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خاص محبوبوں کو یاد کرنے کا حکم دیا تو محبوب کریم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کا حکم کیوں نہ دیا ہوگا! یقیناً دیا ہے۔۔۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ

مِمَّا يَجْمَعُونَ (۵۸/یونس/۱۰)

آپ کا آنا اور قرآن کریم کا نازل ہونا اللہ کے فضل و کرم سے ہے، چاہیے کہ  
 اس پر خوشی کریں اور جشن منائیں کہ یہ انعام و اکرام ان کی ساری دھن دولت سے بہتر  
 ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا بڑا اہتمام فرمایا۔۔۔۔۔  
 میثاق النبیین میں بطور خاص یاد کیا گیا اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے عظیم اجتماع  
 میں رب کریم نے یہ اعلان فرمایا کہ جب وہ محبوب تمہارے زمانے میں آجائیں تو!  
 لَتُؤْمِنَنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرَنَّهٗ (۸۱/آل عمران/۳)۔۔۔۔۔ ان پر ضرور ضرور ایمان لانا اور ضرور  
 ضرور مدد کرنا۔۔۔۔۔ پھر انبیاء علیہم السلام نے رب کریم سے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سن کر اپنی اپنی امتوں میں آپ کا ذکر کیا اور محفلیں سجا لیں حتیٰ کہ آپ کا نام نامی اہل  
 کتاب میں جانا پہچانا اور مشہور و معروف ہو گیا جس کی شہادت قرآن کریم دے رہا ہے۔

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ (۱۳۶/بقرہ/۲)

جن کو ہم نے اپنی کتاب دی وہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مانتے  
 پہچانتے ہیں جس طرح انسان اپنے بیٹوں کو جانتا، پہچانتا ہے۔۔۔۔۔ آپ کا نام  
 نامی، یہود و نصاریٰ میں اتنا محبوب ہو گیا کہ آپ کی تشریف آواری سے برسوں پہلے  
 جب وہ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے تو آپ کے وسیلے سے دشمن پر فتح و نصرت

کی دعائیں مانگتے تھے۔۔۔۔ اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں! وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ  
يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (۸۹/بقرہ ۲)۔۔۔۔ تو ہر نبی نے اپنی امت میں  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ذکر کیا کہ آپ ساری دنیا میں آنے سے پہلے  
مشہور و معروف ہو گئے۔۔۔۔ آپ کی یاد کی آخری محفل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے  
سجائی اور مسلمانوں کو آپ کی تشریف آوری سے تقریباً پانچ (۵۰۰) سو برس پہلے یہ  
خوش خبری سنائی۔۔۔۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ  
(۶/صف ۶۱)۔۔۔۔ میں ایک رسول کی خوش خبری سناتا ہوں جن کا نام  
احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنت الہی ہے، سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور  
بعثت کے بعد سنت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و صلحاء عظام ہو گیا، مولیٰ تعالیٰ اس سنت  
پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس محفل پاک کی برکتوں سے بانی محفل عزیزم محمد  
محمود خاں صاحب اور حاضرین محفل کو مستفیض فرمائے، آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

## ادارہ مسعودیہ کی کتب ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ مسعودیہ، ۲/۵، ای ناظم آباد، کراچی۔ فون 92-21-6614747

۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔ ضیاء منزل (شوگن مینشن) آف محمد بن قاسم

روڈ، کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ محمد عارف و عبدالراشد مسعودی۔ اسٹاکسٹ ادارہ مسعودیہ کراچی

شاپ نمبر B-2 سرچ منزل امام بارگاہ اسٹریٹ نزد کچھی میمن مسجد بالمقابل گل ف

ہوٹل صدر کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 021-5217281

موبائل: 0320-5032405

۴۔ مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد،

کراچی نمبر ۵، فون: 4910584-4926110

۵۔ ضیاء القرآن۔ 14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2630411-2210212

۶۔ فریڈ بک اسٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور فون نمبر۔ 042-7224899

۷۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم۔

کڈہالہ (مجاہد آباد)، آزاد کشمیر براستہ گجرات، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

۸۔ گلوبل اسلامک مشن 355 والٹ اسٹریٹ سویٹ ۲ یونکرس، نیویارک 10701،

P.O.Box:1515 ٹیلیفون: (914)709-1705 فیکس: (914)709-1593

۹۔ جناب منیر حسین مسعودی، 46 ہولی ٹیٹ۔ میٹھوک، ویسٹ ڈیلینڈز B67 7JD۔

انگلینڈ، U.K۔



Designed & Processed by AL-HADI Graphics Cell: 0300-2728316

**IDARA-I-MAS'UDIA**

6/2, 5-E, NAZIMABAD, Karachi (Sindh)  
(Islamic Republic of Pakistan)



Designed & Processed by AL-HADI Graphics Cell: 0300-2728316

**IDARA-I-MAS'UDIA**

6/2, 5-E, NAZIMABAD, Karachi (Sindh)  
(Islamic Republic of Pakistan)